بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کلمۃ الفصل

(یعنی)

مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت

(مصنفہ)

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے

جس میں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس موضوع پر بحث کی گئی ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا منکر اسلام کی حقیقی تعریف کی رُو سے سچا مسلمان ہے

مینجر بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان نے مصنف کی نظر ثانی کے بعد طبع کرا کے شائع کیا

ایڈیشن اوّل ۱۹۱۵ء ایڈیشن دوم ۱۹۴۱ء

قیمت ۴ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فہرست مضامین مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت

باب ششم

(مسئلہ کفر و اسلام از روئے فتاوی حضرت خلیفہ اول)

باب ہفتم

(مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق اعتراضوں کا جواب)

باب ہشتم

(مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ کفر و اسلام پر ایک سرسری نظر)

باب نہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ______ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

و علی عبدہ المسیح الموعود

عرض حال طبع دوم

میں نے یہ رسالہ کلمۃ الفصل اپنی طالب علمی کے زمانہ میں لکھا تھا جبکہ میں بی۔ اے کے امتحان سے فارغ ہو کر ایم۔ اے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس وقت مسئلہ کفر و اسلام کی بحث بہت زوروں میں تھی اور چونکہ اس زمانہ میں غیر مبایعین کا فریق جماعت اور مرکز سلسلہ سے نیا نیا کٹ کر بڑی تیزی کے ساتھ غیر احمدیوں کی طرف جھکتا چلا جا رہا تھا اس لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اس قسم کا رسالہ لکھکر اپنے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو اس خطرہ سے آگاہ کیا جائے جو اُن کے سامنے تھا مگر جس سے وہ اپنے غیظ و غضب میں آنکھیں بند کئے ہوئے تھے۔

اب چھبیس (۲۶) سال کے طویل عرصہ کے بعد یہ رسالہ دوستوں کی تحریک پر دوبارہ طبع ہو رہا ہے اور مجھ سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ میں اس کی نظر ثانی کر کے ضروری اصلاح اور تبدیلی کر دوں۔ ایک انسان کے علم اور پھر اس علم کے طریق اظہار میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لئے نظر ثانی میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس میں کئی مفید پہلو ہیں مگر میں نے اپنی اس نوجوانی کی یاد کو (جبکہ میری عمر صرف اکیس (۲۱) سال تھی) بدلنا نہیں چاہا اور معمولی لفظی نظر ثانی کے ساتھ وہی ربع صدی پہلے کا رسالہ دوبارہ چھپوایا جا رہا ہے۔ البتہ ساری بحث

کا خلاصہ مرتب کر کے آخر میں زیادہ کر دیا گیا ہے اور سوالوں کی بحث میں دو مختصر سے سوال بڑھا کر ان کا جواب درج کر دیا ہے تاکہ ناظرین کو سہولت رہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے انسانی علم میں ہر آن اضافہ ہوتا رہتا ہے اور میں اگر اس رسالہ کے مضمون کو بدلنا چاہوں تو یہ تبدیلی ناممکن نہیں اور شائد یہ تبدیلی اس رسالہ کو پہلے سے بہتر صورت دیدے مگر میں نے دانستہ اس سے پرہیز کیا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ میرے نزدیک اس مسئلہ کی اصل نوعیت بدل چکی ہے کیونکہ اصولی صداقتیں علم کا ایک دائمی خزانہ ہیں جن میں کوئی حقیقی تبدیلی ممکن نہیں ہوتی مگر بسا اوقات ایک بات کے طریق اظہار کے بدلنے سے اُسے بہتر رنگ دیا جا سکتا ہے یا کسی بات پر حسب حالات کم یا زیادہ زور دیکر مضمون میں اصلاح کا رستہ کھولا جا سکتا ہے یا بعض ضمنی اور فروعی باتوں میں اصلاح کی جا سکتی ہے۔ اور اس جگہ تبدیلی سے مراد اسی قسم کی تبدیلی ہے مگر بوجوہات بالا میں نے اس قسم کی تبدیلی سے بھی پرہیز کیا ہے۔ اور صرف لفظی تبدیلی پر اکتفا کی ہے۔

بہر حال یہ رسالہ معمولی لفظی تبدیلی اور آخری باب کے اضافہ کے ساتھ اپنے دوسرے ایڈیشن کی صورت میں ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے اور دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ میری اس نوجوانی کی یاد کو سعید روحوں کی ہدایت اور میری مغفرت کا ذریعہ بنادے آمین۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد قادیان

جنوری سنہ ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

باب اوّل

(مسئلۂ کفر و اسلام کے متعلق چند تمہیدی امور)

قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے ہر ملک و ملت میں نبوت و رسالت کے سلسلہ کو جاری فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر یعنی دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس کی ہدایت کے لیئے خدا نے اپنی طرف سے کوئی نہ کوئی ہوشیار و بیدار کرنیوالا نہ بھیجا ہو۔ لیکن یاحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ ہائے افسوس لوگوں پر کوئی رسول ایسا نہیں آیا کہ جس کی آواز پر اس کی قوم نے فوراً ہی لبیک کا نعرہ بلند کیا ہو اور پہلی صدا پر ہی اس کے پیچھے ہو لئے ہوں حتیٰ کہ نبیوں کے سرتاج سید الاولین والآخرین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لوگوں کی مخالفت سے نہ بچے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جس سختی اور شد و مد کے ساتھ آپ کی مخالفت ہوئی ایسی کسی اور رسول کی نہیں ہوئی اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ کو وہ مقام دیا گیا تھا جو سب سے بالا تھا اس لئے آپ کی مخالفت بھی سب سے زیادہ ہوئی۔

دو ازلی گروہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہی سنت چلی آئی ہے کہ وہ ایک مامور کی بعثت کے بعد اس کی قوم کو جو اس مامور کے مبعوث ہونے سے پہلے الکفر ملۃ واحدۃ کے حکم کے ماتحت ایک ہی رنگ میں رنگین ہوتی ہے دو حصوں میں منقسم کر دیا کرتا ہے۔ ایک وہ جو اللہ کے رسول کی ندا پر ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا کہتے ہوئے اس رسول کی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان نعمتوں کے وارث بنتے ہیں جن کا کہ اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ مگر اس کے مقابل پر ایک دوسرا گروہ ہوتا ہے جو پکارنے والے کی پکار کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ کی تباہی کے درپے ہو جاتا ہے اس کی بدقسمتی اس سے انکار پر انکار کرواتی ہے اور اس کے جہل کا پردہ اس کی آنکھوں کو الٰہی نور سے فیضیاب ہونے نہیں دیتا اس کی شقاوت اس کے قدموں کو خدا اور اس کے نبی کی طرف اٹھنے سے روکتی ہے اور اس کی بداعمالیاں اسے آخر کار جہنم کے دروازہ تک پہنچا کر چھوڑتی ہیں۔ غرض یہ دو گروہ ہوتے ہیں ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج جو ہر مامور کی بعثت کے وقت لابدی طور پر پیدا ہو جاتے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی ہادی دنیا میں آوے اور پھر تمام کے تمام لوگ فوراً ہی اس پر ایمان لے آویں جیسا کہ یہ بھی غیر ممکن ہے کہ ایک نبی کے پیدا ہونے پر کوئی بھی سعید روح ایسی نہ نکلے جو من انصاری الی اللہ کی آواز پر نحن انصار اللہ کا نعرہ بلند کر سکے کیونکہ رسولوں کا آنا ایک بارش کے رنگ پر ہے جس کی وجہ سے سطح زمین پر ہر ایک قسم کی روئیدگی ظاہر ہونے لگتی ہے۔ وہ زمین جو اپنے اندر ایک گندہ بیج لئے ہوئے ہے ایک بدبودار درخت نکالے گی اور وہ زمین جس کے نیچے کسی عمدہ اور خوشبودار پھول کا بیج

ہے ضرور ہے کہ وہ بارش کے بعد پھر دُنیا کو اپنے مخفی خزانہ سے مالا مال کرے یہی اللہ تعالےٰ کی سنّت ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

مثال کے طور پر دیکھو جب نبی کریم صلعم نے عرب کے مشرکوں کو للکارا کہ اے مشرکو! شرک و بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید کے جھنڈے کے نیچے چلے آؤ اور اس خدا کی پرستش میں لگ جاؤ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور تمہاری آسائش و فلاح کے سامان دُنیا میں مہیا کئے تو اس آواز پر ایک تو ابوجہل تھا جو اٹھا اور جس نے اس پاک وجود کو اذیت پہونچانی شروع کر دی جس کے اندر الہٰی جمال و جلال اس قدر حلول کر چکا تھا کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور پھر اس کو اس قدر قرب بخشا کہ فرما دیا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے اے رسول لوگوں سے کہدے کہ اگر اللہ تعالےٰ کی کوئی محبت تمہارے دلوں میں ہے تو آؤ میرے پیچھے ہو لو تا تم اللہ تعالےٰ کے محبوب بن جاؤ۔ مگر باوجود اس کے آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بھی انکار کرنے والے نے انکار کیا اور کہنے والے نے کہدیا کہ نعوذ باللہ یہ جھوٹا اور مجنون ہے اسے قتل کر دو قید خانے میں ڈال دو ملک سے نکال دو وغیرہ وغیرہ لیکن جہاں ایک طرف ایسا گروہ تھا وہاں دوسری طرف وہ لوگ بھی تو پیدا ہو گئے جن کی نسبت خود ذاتِ باری تعالےٰ کی طرف سے یہ فتویٰ صادر ہوا کہ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اور جنہوں نے اسلام کی خاطر ہر قسم کے مصائب کو خوشی سے برداشت کیا اپنے گھروں سے نکالے گئے بیوی بچوں سے جُدا کئے گئے رشتہ داروں عزیزوں اور دوستوں سے الگ ہونا پڑا اعدا کے راستہ میں اپنے خون کو پانی کی طرح بہایا مگر جس در پر سر رکھا تھا اُسے نہ چھوڑا اور نہ

ہرگز نہ چھوڑا۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے الفاظ کیا تھے گویا ایک بیٹری تھی جس نے ان کی رگ رگ میں ایک برقی طاقت بھر دی اور ان سے وہ کام کروائے جو بصورتِ دیگر ناممکن تھے۔ کیا کوئی قیافہ دان اس بات کا پہلے سے اندازہ کر سکتا تھا کہ عرب کے ریگستان سے وہ چشمہ جاری ہونے والا ہے جو ساری دنیا کو اپنے اندر لے لیگا؟ اور کیا کسی نجومی کا علم اسے یہ خبر دے سکتا تھا کہ مکّہ کے جاہل قریش ایک دن سارے جہان کے اُستاد بنیں گے اور دُنیا کے بڑے حصّہ پر ان کی حکومت چھا جائے گی؟ عرب کے لوگ پُرانی رسوم کے سخت پابند تھے اور عرب کے قبیلوں میں باہم اس قدر کشمکش تھی کہ کسی کو وہم بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ یہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور ہمیشہ آپس میں دست بگریباں رہتے ہیں ایک دن اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو کر تمام دنیا پر ایک سیل کی طرح چھا جائیں گے۔

مؤمن و کافر میں مابہ الامتیاز

غرض ہر مامور کی بعثت کے وقت دو گروہوں کا پیدا ہو جاتا سنّت اللّٰہ میں داخل ہے کیونکہ مامور کے بھیجنے سے اللّٰہ تعالیٰ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ طیّب کو خبیث سے جُدا کر دے اور شقی اور سعید کے درمیان تمیز پیدا کر دے۔ یہ تمیز ماننے والے اور نہ ماننے والے فرقوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور ان ہر دو مخالف گروہوں میں ہمیشہ اس قدر نمایاں اختلاف ہوتا ہے کہ دیکھنے والا کبھی کسی کے متعلق شک میں نہیں پڑ سکتا کہ وہ کس گروہ میں سے ہے اور اس نمایاں فرق کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر دو مخالف گروہوں کا امتیازی نشان صرف دل کی کیفیت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک نبی کی بعثت کے وقت اس خاص نبی کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایتِ خلق اللّٰہ کے لئے مامور مان لینے یا انکار کر دینے پر سارا دارومدار ہوتا ہے۔ وہ جو مان لیتے ہیں حسب اللّٰہ کے نام سے

پکارے جاتے ہیں اور وہ جو انکار کر دیتے ہیں وہ حزب الشیطان میں داخل ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں چونکہ مان لینے کے لیئے ایمان کا لفظ ہے اس لیئے مان لینے والی جماعت مومنین کی جماعت کہلاتی ہے اور چونکہ انکار کر دینے کے معنی عربی زبان میں کفر کے ہیں اس لیئے انکار کرنے والے لوگ کافر کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اس میں کسی کی ہتک مقصود نہیں ہوتی ہے بلکہ صرف امر واقع کا اظہار مقصود ہوتا ہے کیونکہ اگر ہم کسی کو مومن کہتے ہیں تو اس سے ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس نے مان لیا ہے اور اگر کسی کو کافر کے نام سے یاد کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد فقط یہ ہوتی ہے کہ اس نے انکار کر دیا ہے۔

ہاں اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے لغوی معنوں کے علاوہ ایک اصطلاحی مفہوم بھی اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن یہ ضروری ہوتا ہے کہ اصطلاحی معنی لغوی معنوں پر مبنی ہوں کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو اصطلاحات کے مفہوم کو سمجھنا سخت مشکل امر ہو جاوے۔ مثال کے طور پر دیکھو عربی زبان میں رسول اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک کی طرف سے دوسرے کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجا جاوے اور نبی اس شخص کو کہتے ہیں جو کوئی خبر دیوے کیونکہ نبی کا لفظ نباء سے نکلا ہے جس کے معنے خبر کے ہیں پس لغت کی بنیادی وضع کے لحاظ سے جائز ہوگا کہ ہر پیغامبر کو رسول اور ہر خبر دینے والے کو نبی کے نام سے پکارا جاوے۔ لیکن میں ابھی بتا آیا ہوں کہ لغوی معنوں کے علاوہ بعض الفاظ کے اصطلاحی معنے بھی ہوتے ہیں اب اگر شریعت اسلام کی اصطلاح میں رسول اور نبی کے الفاظ کے معنے دیکھے جاویں تو معلوم ہو جائیگا کہ رسول کہتے ہیں اس فرد کامل کو جس کو اللہ تعالیٰ دنیا کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجے اور جسے ماموریت کا خلعت عطا کر کے خلق اللہ کی ہدایت کے لئے کھڑا کرے اور پھر اسی

پر بس نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھی رسول کے نام سے پکارا گیا ہو کیونکہ شریعت اسلام میں رسول کی اصطلاح کا مفہوم پورا نہیں ہوتا جب تک خدائی سند ساتھ نہ ہو۔ یہی حال ہے لفظِ نبی کا۔ کوئی شخص شریعت کی اصطلاح میں نبی نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مامور کی حیثیت میں کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف نہ ہو اور جب تک اللہ تعالےٰ کے کلام میں اس کے متعلق صریح طور پر نبی کا لفظ نہ آیا ہو۔

کفر و اسلام کے اصطلاحی معنی

اسی طرح اسلام میں کفر اور ایمان کے الفاظ کے معنی بھی ایک خاص دائرہ میں محدود ہو گئے ہیں اور وہ یہ کہ شریعت اسلام میں کافر اس کو کہیں گے جو اسلام کے ان اصول میں سے جن پر اس کی بنا ہے کسی اصول کا انکار کر دے اور مومن وہ ہے جو ان تمام اصول پر ایمان لے آوے۔ اسلام نے مذہب کے جو پانچ اصول بتائے ہیں وہ یہ ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ملائکہ پر ایمان لانا اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا اس کی کتابوں پر ایمان لانا اور یوم آخر پر ایمان لانا۔ ان پانچ اصولوں میں سے اگر کوئی شخص کسی ایک کا بھی منکر ہو جاوے تو وہ تمام فرقہائے اسلام کی نظر میں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے پس مومن بننے اور کہلانے کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ان پانچ اصول پر ایمان لایا جاوے جن کو اسلام نے ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ یہ ہے ایمان اور کفر کی تعریف جو اسلام نے ہم کو سکھائی ہے ورنہ لغوی معنوں کے لحاظ سے تو شیطان کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے جیسا کہ خود قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی نسبت فرمایا ہے کہ یکفر بالطاغوت یعنی مومن وہ ہے جو شیطان کا کافر ہو۔ لیکن یہ کفر وہ ہے جس کی نسبت ایک مومن بڑی دلیری کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ؏ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم۔

پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ بعض الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے کہ ایک وہ کفر ہے جو انسان کو شیطان کے پنجے سے چھڑا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں لا کھڑا کرتا ہے اور جس کی طرف آیت من یکفر بالطاغوت کھلے لفظوں میں اشارہ کر رہی ہے اور ایک کفر وہ ہے جو لعنت کی صورت میں ایک مکذب انسان پر پڑتا اور اس کو باری تعالیٰ کے دربار سے ہٹا کر شیطان کے قدموں پر لا ڈالتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمت بظاہر ہے کہ پہلا کفر لغوی کفر میں داخل ہے مگر دوسرا کفر اصطلاحی کفر ہے۔ لغوی طور پر تو کفر کا لفظ ہر انکار پر بولا جائیگا خواہ وہ اللہ کا انکار ہو اور خواہ شیطان کا۔ مگر اصطلاحی طور پر کافر صرف اسی شخص کو کہیں گے جو ایمان کے پانچ اصولوں میں سے کسی اصل کا انکار کر دے۔ لیکن اس جگہ چونکہ صرف ایمان بالرسل کی بحث ہے اس لیئے ایمان کے اصولوں میں سے صرف اسی اصل پر بحث کی جائے گی۔

ایمان بالرسل کی حقیقت سو واضح ہو کہ ایمان بالرسل کے یہ معنے نہیں کہ صرف سلسلہ رسالت کو حق مان لیا جاوے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر رسول پر ایمان لایا جاوے۔ مومن کا فرض ہے کہ ہر ایک ایسے شخص کو قبول کرے جس کو اللہ تعالےٰ نے رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ کسی ایک رسول کا منکر ایمان کی شرائط میں سے ایک نہایت ضروری شرط کو توڑنے والا اور خدائی حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرنے والا ہے یہی وجہ ہے کہ گو یہود مسیح ناصری سے پہلے کے انبیاء اور مرسلین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین

کرتے تھے لیکن مسیح کے انکار کی وجہ سے وہ ایسے دور پھینکے گئے اور اللہ تعالیٰ کا وہ غضب ان پر نازل ہوا کہ آج کے دن تک ان کی قوم دنیا میں ذلت اور قہر کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور مسلمان تو خاص کر ان کو مغضوب علیہم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اسلام کے اصولوں میں سے ایک اصل یعنی ایمان بالرسل کو چھوڑا اور اس کو بھی پوری طرح نہیں چھوڑا بلکہ وہ بہت سے رسولوں پر ایمان لاتے تھے اور خاص کر حضرت موسےٰؑ جو صاحب شریعت نبی تھے ان کی غلامی کا تو ان کو خاص فخر تھا مگر صرف مسیحؑ کے انکار سے ان پر لعنت کی مار پڑی اور موسےٰؑ جیسے عظیم الشان نبی کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بھی ان کو کافر کا خطاب دیا گیا اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ خدا کے رسولوں کا انکار کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو روشن کرنے کے لیئے دنیا میں آتے ہیں پس جو ان سے جنگ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو مٹانا چاہتا ہے اس لیئے خود اس کا نام و نشان صفحۂ روزگار سے مٹا دیا جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض نبی تو ماننے کے قابل ہوتے ہیں مگر بعض نعوذ باللہ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر ضرور ایمان لایا جاوے ایک بیہودہ خیال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مرسلین نبی یا رسول ہونے میں ایک دوسرے کے ہم جنس اور برابر ہوتے ہیں اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ یعنی سچے مومنوں کا یہ قول ہوتا ہے کہ ہم خدا کے رسولوں میں ایمان کے لحاظ سے کوئی تفریق نہیں کرتے۔ دراصل خدا تعالیٰ نے نبوت کو اسی لیئے ایک سلسلہ کے طور پر رکھا ہے کہ تا الٰہی نور ایک خاص وقت میں محدود نہ ہو جائے بلکہ مختلف زمانوں اور مختلف مقاموں میں اس کا ظہور ہو

کیونکہ جس طرح ہر دن کے بعد رات کا آنا ضروری ہے اسی طرح ہر نبی کے بعد
جس کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا پر نور کا نزول ہوتا ہے، ایسے
زمانے کا آنا بھی ضروری ہے جو اندھیرے سے مشابہت رکھتا ہو۔ اس لئے
کہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھدی ہے کہ وہ پرانے خیالات اور جذبات
کو کمزور کرتا چلا جاتا ہے جیسے دیکھو آج اگر ایک عورت کا جوان بیٹا مر جائے
تو وہ اس کے صدمہ میں اس قدر غم والم کا اظہار کرے گی کہ قریب ہے کہ اپنے
آپ کو ہلاک کر دے لیکن ایک عرصہ کے بعد غم کا اثر اس کے دل پر سے کم
ہوتا چلا جاوے گا حتیٰ کہ ایک دن آئیگا کہ وہ بچہ گویا اسے یاد بھی نہ ہوگا یہی
حال انبیاء کی تعلیم کا ہے۔ جب وہ دنیا میں آتے ہیں تو اپنے جذبات اور
روحانی قوت کے سبب روحوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور ان کی تعلیم
لوگوں کے دلوں کے اندر گھر کر جاتی ہے لیکن ان کے بعد ایک مدت گزر جانے
پر کچھ تو ان کی تعلیم ہی کچھ بعض بیرونی عناصر کے ساتھ مل جانے سے اپنے
اثر کو کھو بیٹھتی ہے اور کچھ کسی کامل روحانی وجود کے نہ ہونے کی وجہ سے اس
مذہب کے متبعین کے دلوں پر زنگ بیٹھ جاتا ہے اور ان کے جوش ٹھنڈے
پڑ جاتے ہیں اور دنیا کی محبت ان کے رگ وریشہ میں رچ جاتی ہے اور نور کی
جگہ چاروں طرف ظلمت ہی ظلمت نظر آتی ہے تب آسمان پر ایک بگل بجایا
جاتا ہے جو آنیوالے رسول کی منادی کرتا ہے اور سونیوالوں کو خواب غفلت
سے بیدار کر دیتا ہے، اور پھر وہی ہدایت سے محروم رہتا ہے جس کو اس کی
بدبختی نفس نے جہنم کے لئے تیار کیا ہو کیونکہ ہر نبی کی بعثت کے وقت اللہ
تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ تمام ان روحوں کو جن میں سعادت کا کوئی مادہ ہو ایک
جگہ جمع کرے پس یقینی اور قطعی طور پر یقینی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ نے

کسی ماموڑ کی مخالفت پر مرتا ہے وہ سعادت کے مادہ سے خالی ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالےٰ اسے ضائع نہ کرتا۔ اور چونکہ تمام مرسلین ایک ہی رنگ میں ہوتے ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اگر حضرت موسیٰؑ کو ماننے والے حضرت عیسےٰؑ کا وقت پاتے تو ان کا بھی انکار کرتے اور اگر وہ نبی کریمؐ کے زمانہ میں پیدا کئے جاتے تو آپ کی مخالفت پر بھی کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح ایمان لانے والوں کا حال ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ کے مسیحی لوگ حقیقت میں مسیحی نہ تھے بلکہ وہ صرف اس لئے مسیحی تھے کہ ان کے آباؤ اجداد مسیح کے متبع تھے ورنہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک واقعی سچے مسیحی ہوتے تو ضرور تھا کہ ان کے پاس منہاج نبوّت کا پورا علم ہوتا اور وہ نبی کریمؐ کی آواز پر فوراً لبیک کہہ اُٹھتے۔ اسی طرح وہ جنہوں نے حضرت عیسےٰؑ کا انکار کیا درحقیقت حضرت موسےٰؑ کے سچے پیرو نہ تھے بلکہ صرف اسمی اور رسمی طور پر موسےٰؑ کی جماعت میں داخل تھے اور ایمان ان کے دل سے پرواز کر چکا تھا ورنہ کیا وجہ ہے کہ ان کو مسیحؑ پر ایمان لانے کی توفیق نہ ملی غرض اس بات کو ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے ایک ماموڑ کا انکار کرتا ہے وہ اگر دوسرے کسی ماموڑ کے زمانے میں ہوتا تو ضرور اس کا بھی انکار کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام مرسلین منہاج نبوّت پر پرکھے جاتے ہیں اور ہر زمانے میں ان کے شناخت کرنے کا طریق ایک ہی ہوتا ہے پس وہ جس کے معیار کے مطابق محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نعوذ باللہ ایک جھوٹا مدعی رسالت ہے کبھی بھی حقیقی طور پر عیسےٰ اور موسےٰ علیہما السّلام کی رسالت کو سچا نہیں جان سکتا خواہ وہ زبان سے ہزار دعویٰ کرے اور یقیناً اگر وہ عیسےٰؑ اور موسیٰؑ کا

زمانہ پاتا تو ان سے بھی وہی سلوک کرتا جو اس نے نبی عربیؐ سے کیا کیونکہ اس کا دل سعادت کے مادہ سے خالی ہو چکا ہے اور اس کی آنکھوں میں نورِ ایمان باقی نہیں رہا۔ وہ اندھی ہیں اللہ تعالیٰ کے نور کو نہیں دیکھ سکتیں خواہ وہ نور موسےٰؑ اور عیسےٰؑ کی شکل میں نازل ہو اور خواہ محمد صلعم کے وجود باجود میں اس کا ظہور ہو۔ پس یہ یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک مامور کا انکار حقیقت میں سب ماموروں کا انکار ہوتا ہے کیونکہ ایک شخص جب ایک مامور من اللہ کا انکار کرتا ہے تو اس کی رُوح زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتی ہے کہ مَیں ازلی شقی ہوں مجھ میں نورِ نبوّت کا حصّہ نہیں۔

ایمان باللہ کی حقیقت یہی اصول ایمان باللہ کے متعلق چسپاں ہوتا ہے۔ یعنی صرف خدا کی ذات کا قائل ہو جانا اور اس پر ایمان لے آنا انسان کو نجات نہیں دلا سکتا کیونکہ نجات کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام صفات کے ساتھ متصف مانا جاوے ورنہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کا قائل ہو لیکن اس نے اپنے خدا کو ایسی صفات دے رکھی ہوں جن سے اس کی ذات پاک پر [illegible] دھبہ آتا ہو یا جو اس کے نورانی چہرہ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے والی ہوں مثلاً ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کو واحد لاشریک جانے لیکن اس کے خیال میں سورج ہی خدا ہو یا اس کا ایمان ہو کہ رُوحیں سب انادی ہیں خدا کوئی روح پیدا نہیں کر سکتا یا اس کا ایمان ہو کہ خدا کسی کو فضل کے ساتھ نجات نہیں دے سکتا یا اس کا یہ ایمان ہو کہ خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں تو لاریب ایسا شخص خدا کی ذات کا تو قائل ضرور ہے مگر اس کو اس کی تمام صفات کے ساتھ متصف نہیں مانتا اس لئے یہ کہنا جائز ہوگا کہ ایسے شخص کا اللہ پر ایمان نہیں ہے کیونکہ اللہ نام ہے اس ذات کا جو

تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور تمام عیوب سے پاک ہے اور چونکہ ان لوگوں
کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں سب سے بڑا کام اللہ تعالیٰ کے
روشن چہرہ کو دنیا پر ظاہر کرنا ہوتا ہے اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص
کسی مامور من اللہ کا انکار کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور
نہیں پہچانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مرسل کو مبعوث نہیں کرتا جب تک
اس کے اپنے چہرہ پر اہلِ دنیا کی نظروں میں گرد نہ آجاوے اور جب تک
اس کی صفات میں سے کسی صفت کو دنیا کے لوگ بھلی ہوئی پڑھیں نہ قرار
دینے لگ جائیں اور جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں زمانہ کا اثر اس بات
کا مقتضی ہے کہ ایک عرصہ کے بعد لوگ نبی کی تعلیم کو بھول دیں اور اس کی
طرف وہ باتیں منسوب کرنے لگ جاویں جن سے اس کی ذات والا صفات
بالکل پاک ہو۔ دیکھو حضرت موسیٰ نے لوگوں کو توحید سکھائی اور اللہ تعالیٰ
کے نورانی چہرہ کو لوگوں پر ظاہر کیا مگر ایک عرصہ کے بعد وہ سکھائی
ہوئی توحید صرف لوگوں کی زبانوں پر رہ گئی اور اللہ تعالیٰ کا نورانی چہرہ
گرد آلود ہو گیا تو ضرورت پیش آئی کہ مسیح ناصری کو کھڑا کر کے توحید کو
از سر نو قائم کیا جاوے لیکن کیا مسیح کی سکھائی ہوئی توحید کا نقش لوگوں
کے دلوں پر ایسا گہرا ہوا کہ پھر کبھی محو نہ ہوا؟ نہیں بلکہ چھ سو سال کے اندر اندر دنیا
کا وہی حال ہو گیا جو پہلے تھا بلکہ اس سے بھی بدتر تب محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کو کھڑا کیا گیا تا وہ صدیوں کی میل کو خدا کے چہرہ سے دھو ڈالیں اور
اس کی صفاتِ کاملہ کا لوگوں کے دلوں پر نئے سرے سے نقش پیدا کریں
تا کہ وہ مئے توحید سے سرشار ہوں اور دنیائے فانی سے اپنے دل چھڑا کر
اس ذات پاک سے دل لگائیں جس کا دامن تمام گندوں سے یک قلم [illegible]

ہے غرضیکہ ہر ایک نبی کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں کامل اور حقیقی توحید کو قائم کرے اس لئے وہ جو کسی نبی کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ دراصل توحید کی مخالفت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے انکار کو خود اپنے انکار کے طور پر پیش کیا ہے جیسا کہ کفار کی عنت میں آیا ہے کہ یریدون ان یفرّقوا بین اللہ ورسلہ یعنے وہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کرنا چاہتے ہیں یعنی ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ رسولوں پر ایمان لانے کے بغیر بھی انسان توحید پر قائم ہو سکتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

دو بنیادی اصول اب یہ دونوں اصول بالکل صاف ہیں **اوّل** یہ کہ ایک مامور من اللہ کا انکار حقیقت میں سب ماموروں کا انکار ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا میں یک ہی رنگ پر آتے ہیں اور اصولی طور پر ایک ہی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کا وہی انکار کرتا ہے جو گذشتہ مامورین پر ایمان لانے کے دعوے میں جھوٹا ہوتا ہے اور یہ اصول میرے اپنے دماغ کا اختراع نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے خود اس کو قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ حضرت نوحؑ کے منکرین کے متعلق آتا ہے کہ کذّبت قوم نوح المرسلین یعنے نوح کی قوم نے تمام رسولوں کا انکار کر دیا حالانکہ نوحؑ کی قوم نے تو صرف نوح کا ہی انکار کیا تھا لیکن چونکہ خدا کے نزدیک ایک مامور کا انکار حقیقت میں سب ماموروں کا انکار ہے اس لئے حضرت نوحؑ کیواسطے مرسلین کا لفظ بولا گیا۔ فتدبر۔

دوسرا اصول یہ کہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو ایک مامور کا انکار خود ذاتِ باری تعالےٰ کا انکار ہے کیونکہ منکر خواہ زبان سے توحید کے قائل ہوں لیکن

ہزار دعویٰ کرے لیکن دراصل ایک رسول کا منکر توحید کا دشمن ہوتا ہے اور اس کے دل میں شرک پوشیدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اس شخص کی مخالفت پر کھڑا ہوتا ہے جو دنیا میں توحید کے پھیلانے کے لئے بھیجا گیا اس اصول کو حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی وضاحت کے ساتھ عبدالحکیم خان مرتد کے جواب میں قرآن شریف کی آیات سے ثابت کیا ہے اور اس پر بڑی سیر کن بحث کی ہے [۱]

حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان بعثت

اب ان دونوں اصولوں کو اچھی طرح صاف کر دینے کے بعد میں اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ کہ کیا اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ضروری ہے یا نہیں؟ سو واضح ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا جب چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا اور بر و بحر میں ایک طوفانِ عظیم برپا ہو رہا تھا۔ مسلمان جن کو خیر الامت کا خطاب ملا تھا نبی عربی کی تعلیم سے کوسوں دور جا پڑے تھے۔ وہ عبادت کی راہیں جن پر قدم مارنے سے انہوں نے خدا کے دربار تک رسائی حاصل کی تھی حقارت اور استخفاف کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں شرک جس کے خلاف سارا قرآن بھرا پڑا ہے مسلمانوں کی حرکات اور سکنات سے کھلے کھلے طور پر ظاہر ہو۔ ہاں تھا روپے سے محبت کی جاتی تھی اور اس پر وہ بھروسہ کیا جاتا تھا جو خود ذاتِ باری تعالیٰ کے شایانِ شان ہے۔ قبروں پر جا کر سجدے کئے جاتے تھے۔ شراب خوری زنا کاری اور قمار بازی کا میدان گرم تھا مسلمانوں کی تمام سلطنتیں قریباً تباہ ہو چکی تھیں اور دو تین جو رہی سہی باقی تھیں ان کا یہ حال ہو رہا تھا کہ اسلام کے لئے جائے فخر ہونا تو

[۱] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ تا ۱۲۰۔

درکنار اس کے لئے جاتے عار ہو رہی تھیں ادھر اسلام کا وجود خود بیرونی حملوں کا اس قدر شکار ہو رہا تھا کہ خیال کیا جاتا تھا کہ بس یہ آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں نبیوں کے سرتاج محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گندے سے گندے اعتراض کئے جاتے تھے اسلام کو صدہا قسم کے مطاعن کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ دجال نے پورے زور کے ساتھ خروج کیا تھا یاجوج ماجوج کی فوجیں ہر ایک اونچی جگہ سے اُمڈی چلی آتی تھیں اسلام گویا عیسائیت کے پاؤں پر جان کنی کی حالت میں پڑا تھا اور دہریت اپنے آپ کو ایک خوبصورت شکل میں پیش کر رہی تھی مگر اس پر بھی مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور وہ خوابِ غفلت میں سویا کئے حتیٰ کہ وہ وقت آیا جب محمد صلعم (فداہ نفسی) کی روح اپنی اُمت کی حالتِ زار کو دیکھکر تڑپتی ہوئی آستانہ الٰہی پر گری اور عرض کیا کہ اے بادشاہوں کے بادشاہ! اے غریبوں کے مدد کرنے والے! میری کشتی ایک خطرناک طوفان میں گھر گئی ہے۔ میری بھیڑوں پر بھیڑئیے ٹوٹ پڑے ہیں۔ میری اُمت شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے تو خود میری مدد فرما اور میری بھیڑوں کے لئے کسی چرواہے کو بھیج۔ تب یکایک آسمان پر سے ظلمت کا پردہ پھٹا اور خدا کا ایک رسول اور محمد رسول اللہ کا ظلِ کامل فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر اُترا تا دنیا کو اس طوفانِ عظیم سے بچا دے اور اُمتِ محمدیہ کی گرتی ہوئی عمارت کو سنبھال لے لیکن یا حسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ وہ جو دنیا کا آخری نجات دینے والا بنکر آسمان پر سے دنیا کی مصیبت کے وقت زمین پر آترا۔ وہ جو اُمت محمدیہ کی بھیڑوں پر حملہ کرنے والے بھیڑیوں کو ہلاک کرنے کے لئے آیا۔ وہ جو

اسلام کی کشتی کو طوفان میں گھرے ہوئے دیکھکر اٹھا تا اُسے کنارہ پر لگائے وہ جو خیر الامم کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار پا کر شیطان پر حملہ آور ہوا۔ وُہ جو دجال کو زوروں پر دیکھکر اس کے طلسم کو پاش پاش کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ وہ جو یاجوج ماجوج کی فوجوں کے سامنے اکیلا سینہ سپر ہؤا۔ وُہ جو مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کو دُور کرنے کے لئے امن کا شہزادہ بنکر زمین پر آیا۔ وہ جو دنیا پر اندھیرا چھایا ہوا پا کر آسمان پر سے نور کو لایا۔ ہاں وہ محمد صلعم کا جیتا فرزند جس کے زمانہ پر رسولوں نے ناز کیا تھا جب وہ زمین پر ظاہر ہؤا تو امتِ محمدیہ کی بھیڑیں اس کے لیئے بھیڑیئے بن گئیں۔ اس پر پتھر برسائے گئے اس کو مقدمات میں گھسیٹا گیا اس کے قتل کے منصوبے کئے گئے اس پر کفر کے فتوے لگائے گئے اس کو اسلام کا دشمن قرار دیا گیا اس کے پاس جانے سے لوگوں کو روکا گیا اس کے متبعین کو طرح طرح سے تکلیفیں دی گئیں لیکن آخر کار خدا کا فرمان پورا ہو کر رہا کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ وہ جو خدا کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے سب وعدہ الٰہی واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون ذلیل اور خوار کئے گئے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آہ۔ کیا یہ مسلمانوں کے لئے شرم کے مارے ڈوب مرنے کا مقام نہیں کہ مسیح موعودؑ کی سب سے زیادہ مخالفت انہوں نے ہی کی۔ کیا ان کو اسلام نے یہی تعلیم دی تھی کہ وہ جس کی عمر کا ایک ایک منٹ اسلام کی خدمت میں گذرتا ہے اس کو اسلام کا دشمن قرار دیا جائے اور اس کو کافر کے نام سے پکارا جائے مسیح موعودؑ سے پہلے تو ان لوگوں کے ایمان کا حال صرف خدا کو معلوم تھا کیونکہ وہ اس زمین کی مانند تھے جو اپنے اندر کوئی بیج لئے ہوئے ہو اور بارش نے

ابھی اس بیج کو کسی پودہ کی شکل میں ظاہر نہ کیا ہو لیکن مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد ان کے دلوں کا سارا گند باہر آگیا اور یہ صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ جیسے عیسےٰؑ کے زمانہ کے لوگ باوجود تورات کے حامل ہونے کے درحقیقت موسیٰؑ کے پیرو نہ رہے تھے اور جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عیسائی صرف نام کے عیسائی تھے ورنہ عیسےٰؑ ان سے بیزار تھے اور وہ عیسےٰؑ سے بیزار۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کا وقت پانیوالے مدعیانِ اسلام اس مذہب سے بہت دور جا پڑے تھے جس مذہب کو فاران کی چوٹیوں پر سے اترنے والا آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں لایا۔ سچ ہے اگر مسلمان اسلام پر قائم ہوتے تو اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کو بھیجتا جس نے آکر بظاہر بھائی سے بھائی کو جُدا کر دیا اور باپ سے بیٹے کو۔ اور بظاہر اسلام میں ایک نئے تفرقہ کی بنیاد قائم کر دی مگر نہیں۔ اللہ تعالےٰ جو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے خوب جانتا تھا کہ ایمان دنیا سے مفقود ہے اور اسلام صرف زبانوں تک محدود۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ مخبر صادق نے پہلے سے ہی یہ خبر دے رکھی تھی کہ ایک وقت آئیگا جب ایمان دنیا سے اُٹھ جائیگا تب اللہ تعالےٰ ایک فارسی النسل شخص کو کھڑا کریگا تا وہ نئے سرے سے لوگوں کو اسلام پر قائم کرے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مخبر صادق کی خبر غلط نکلے۔ ہم ساری دنیا کو جھوٹا ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ محمد صلعم کو ایک جھوٹی خبر دینے والا یقین کریں اس نے جو کہا سچ کہا ایمان واقعی دنیا سے مفقود ہو کر ثریا پر چلا گیا تھا اور مسیح موعودؑ اسے پھر دوبارہ دنیا میں لایا۔ پس وہ جس نے مسیح موعودؑ کا انکار کیا اس نے مسیح موعودؑ کا انکار نہیں کیا بلکہ

اس نے اُس ایمان کے لینے سے انکار کیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں لائے تھے اور وہ جس نے مسیح موعودؑ کو مان لیا اس نے اس ایمان کو حاصل کیا جو دنیا سے مفقود ہو چکا تھا۔ کیونکہ حدیث مذکورہ بالا صاف طور پر بتا رہی ہے کہ اس وقت دنیا ایمان سے خالی ہے پس ہم اس شخص کو اب کس طرح مومن کہیں جو اس ایمان کے لینے سے انکار کرتا ہے جسے مسیح موعودؑ ثریا سے اُتار کر دنیا میں لایا ہے کیونکہ وہ وہی ایمان ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے عرب کے ملک کو منور کر چکا ہے۔ فتدبر۔

اب اُن دُو اصولوں کو لو جن کا میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں اور وہ یہ کہ اوّل ہر مامور کا انکار تمام ماموروں کا انکار ہے پس وہ جو امامِ وقت کا انکار کرتا ہے اسے یقیناً پہلے رسولوں کے متعلق بھی حقیقی ایمان حاصل نہیں یا یوں کہو کہ انکار کرنے والا چونکہ سعادت کے مادہ سے خالی ہے اس لئے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کسی اور رسول کے زمانہ کو پاتا تو اس کا بھی یقیناً انکار کرتا کیونکہ ہر ایک رسل منہاجِ نبوت پر پرکھا جاتا ہے پس وہ جس کے معیار کے مطابق مسیح موعودؑ ایک نعوذ باللہ جھوٹا مدعی ہے وہ کس بنا پر محمد صلعم کی رسالت کو سچا جان سکتا ہے اور کس طرح عیسےٰؑ اور موسےٰؑ کو خدا کے رسول مان سکتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے خواہ زبان سے ہزار دعویٰ کرے۔ لہٰذا یہ یقینی اور قطعی طور پر یقینی ہے کہ اگر اس زمانہ کے نام نہاد مسلمان نبی کریمؐ کے وقت میں پیدا کئے جاتے تو آپؐ کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے جو انہوں نے اس زمانہ کے رسول کے ساتھ کیا اور اگر وہ موسےٰؑ اور عیسےٰؑ کا زمانہ پاتے تو ان کا بھی اسی طرح انکار کرتے کیونکہ مسیح موعودؑ اللہ تعالےٰ کا ایک نور ہے اور وہ آنکھ جو اس نور کو نہیں دیکھ سکی وہ اندھی ہے کسی اور نور کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ خود حضرت مسیح موعود نے بھی اس

اصل کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ آپ مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
"ایسا شخص اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتا تو آپ کو بھی
نہ مانتا اور اگر حضرت عیسٰے کے زمانہ میں ہوتا تو ان کو بھی قبول نہ کرتا۔"[1]
پس مخالفین کا یہ دعویٰ کہ ہم مسلمان ہیں ایک زبانی دعویٰ ہے ورنہ اگر انہوں نے رسولِ عربیؐ کو درحقیقت پہچانا ہوتا تو ان کی آنکھ مسیح موعودؑ کے پہچاننے میں دھوکا نہ کھاتی کیونکہ مسیح موعودؑ اپنے آقا کے لباس میں دنیا پر اُترا ہے۔ پس یہ لوگ صرف اس لئے مسلمان ہیں کہ وہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ورنہ از روئے حقیقت انہیں اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ کیا کوئی احمدی اس بات کو تسلیم کرسکتا ہے کہ اگر اس زمانہ کا مکفّر اعظم تیرہ سو سال پہلے عرب میں پیدا کیا جاتا تو ابوجہل سے جہالت اور کفر میں کم رہتا اور کیا اگر اس زمانہ کا مرتد پٹیالوی رسولِ عربیؐ کے وقت کو پاتا تو مسیلمہ کذّاب کی طرح آپ سے غداری نہ کرتا!
دوستو! جہاں تم نے حضرت مسیح موعودؑ کو محمد صلعم کا کامل بروز مانا ہے وہاں آپ کے منکرین کو محمد صلعم کے منکرین کا کامل بروز مانتے ہوئے تمہیں کونسی بات روکتی ہے؟

آنحضرت صلعم کی بعثتِ ثانی اور پھر اس پر بھی تو غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی دو بعثتوں کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۝ واٰخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم[2]
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ جس طرح نبی کریمؐ کو ملنے والوں

---

[1] دیکھو اربعین ۲ صفحہ ۲۶۔ [2] سورۃ جمعہ رکوع ۱

میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اسی طرح ایک اور قوم میں بھی آپ کو مبعوث کیا جائے گا جو ابھی تک دنیا میں پیدا نہیں کی گئی۔ لیکن چونکہ یہ بات سنت اللہ کے خلاف ہے کہ ایک شخص جب فوت ہو جاوے تو اسے پھر دنیا میں لایا جاوے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مردوں کے متعلق قرآن کریم میں صاف فرما دیا ہے کہ انّھم لا یرجعون پس یہ وعدہ صرف اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ جب نبی کریمؐ کی بعثتِ ثانی کے لئے ایک ایسے شخص کو چنا جاوے جس نے آپ کے کمالاتِ نبوّت سے پورا حصہ لیا ہو اور جو حسن اور احسان اور ہدایت خلق اللہ میں آپ کا مثیل ہو اور جو آپ کی اتباع میں اس قدر آگے نکل گیا ہو کہ بس آپ کی ایک زندہ تصویر بن جاوے تو بلا ریب ایسے شخص کا دنیا میں آنا خود نبی کریمؐ کا آنا ہے اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعودؑ اور نبی کریمؐ میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی حتّٰی کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں جیسا کہ خود مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ صار وجودی وجودہ[1] یعنی میرا وجود خود آنحضرت صلعم کا وجود بن گیا اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مسیح موعودؑ میری قبر میں دفن کیا جائیگا جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں یعنی مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئیگا تا اشاعت اسلام کا کام پورا کرے اور تمام ادیانِ باطلہ پر اتمام حجت کر کے اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہونچا دے تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اتارا تا اپنے وعدہ کو پورا کرے جو اس نے آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم میں فرمایا تھا۔ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ مسیح موعودؑ نے خود آیت آخرین منھم

---

[1] دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱۔

کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ کس طرح منھم کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو اگر رسول کریمؐ آخرین میں موجود نہ ہوں جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے[1] پس وہ جس نے مسیح موعودؑ اور نبی کریمؐ کو دو وجودوں کے رنگ میں لیا اس نے مسیح موعودؑ کی مخالفت کی کیونکہ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ صار وجودی وجودہ اور وہ جس نے مسیح موعودؑ اور نبی کریمؐ میں تفریق کی اس نے یعنی مسیح موعودؑ کی تعلیم کے خلاف قدم مارا کیونکہ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رای[2] اور وہ جس نے مسیح موعودؑ کی بعثت کو نبی کریمؐ کی بعثت ثانی نہ جانا اس نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا کیونکہ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محمد رسول اللہؐ ایک دفعہ پھر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ پس ان سب باتوں کے سمجھ لینے کے بعد اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ وہ جس نے مسیح موعودؑ کا انکار کیا اس نے دراصل مسیح موعودؑ کا انکار نہیں کیا بلکہ اس نے اس کا انکار کیا جس کی بعثت ثانی کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے مسیح موعودؑ کو مبعوث کیا گیا اور اس نے اس کا انکار کیا جس نے آخرین میں آنا تھا اور پھر اس نے اس کا انکار کیا جس نے اپنی قبر سے اٹھکر حسب وعدہ پھر اپنی قبر میں واپس جانا تھا۔ پس دوستو! تم مسیح موعودؑ کے انکار کو کوئی معمولی بات نہ جانو کیونکہ محمد صلعم نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی نبوت کی چادر اس پر چڑھائی ہے اور اس کا ظہور خود محمد صلعم کا ظہور ہے۔

دوسرا اصول جو میں نے اس مضمون کے شروع میں بیان کیا تھا وہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کسی مامور کو مبعوث نہیں فرماتا جب تک کہ دنیا کے لوگ الٰہی صفات میں سے کسی صفت کو عملی طور پر معطل نہ قرار دینے لگیں اور جب تک

[1] خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰ ۔ [2] دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱۔

اللہ تعالیٰ کا نورانی چہرہ اہل دنیا کی نظر میں گرد آلود نہ ہو جاوے اس لئے یہ
کہنا صحیح ہے کہ وہ جو اللہ تعالیٰ کے کسی مرسل کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت
خود ذاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ایمان باللہ
اور ایمان بالرسل کو لازم ملزوم کے طور پر رکھا ہے کیونکہ رسولوں پر ایمان
لانے کے بغیر توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ نجات کے لیئے صرف یہ کہدینا کافی
نہیں ہے کہ اللہ ایک ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام صفات کے ساتھ متصف
ماننا اور اس کی ہستی کو ایک زندہ اور متصرف قدرت یقین کرنا ازبس ضروری
ہے اور یہ بات کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک توحید کو رسولوں کے ذریعہ
نہ سیکھا جاوے اس مضمون کو حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں خوب
کھولکر بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ محض فطرتی ایمان ایک لعنت ہے اور
یہ کہ ایمان باللہ ایمان بالرسل کے بغیر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اب اگر یہ مانا
جاوے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے دنیا میں حقیقی توحید موجود تھی جس پر کہ
نجات کا مدار ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بھیج
کے نعوذ باللہ ایک لغو کام کیا اور تحصیل حاصل کے لیئے دنیا کو خواہ مخواہ
ایک نئی مصیبت کے پنجے میں گرفتار کرادیا اور اگر یہ مانا جاوے کہ مسیح موعودؑ
کو عین وقت پر دنیا میں بھیجا گیا جبکہ دنیا کو اس کی بڑی ضرورت تھی تو پھر
اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جو شخص مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ حقیقی
توحید پر قائم نہیں پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا تو مسیح موعودؑ کی بعثت کو
بے وقت قرار دو اور خدا کے کام کو لغو جانو اور یا پھر اس بات کا اقرار کرو
کہ جو شخص مسیح موعودؑ کا انکار کرتا ہے اس میں ایمان کی بو نہیں اور وہ حقیقی
توحید سے محروم ہے۔ غرض یہ دو اصول جو میں نے اوپر بیان کئے ہیں صاف

طور پر بتا رہے ہیں کہ کسی مامور من اللہ کا انکار کوئی معمولی بات نہیں ہے اور خاص کر اس فرد کامل کا انکار جس کا دنیا میں آنا گویا خود محمد صلعم کا آنا ہے۔ فتدبر

اب اس قدر سمجھ لینے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے اُس فقرہ پر نظر ڈالو جو آپ نے حقیقۃ الوحی[1] میں تحریر فرمایا ہے کہ "جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا" اور پھر دیکھو کہ مذکورہ بالا دونوں اصول میری اپنی طرف سے نہیں ہیں بلکہ ان کی سچائی پر اس شخص نے مُہر لگائی ہے جسے تم لوگ حکم اور عدل کے نام سے پکارتے ہو۔ اس قدر لکھنے کے بعد مَیں اس مضمون کو مختلف حصّوں میں تقسیم کرتا ہوں تا مختلف پہلوؤں سے مضمون پر روشنی ڈالی جا سکے۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

---

[1] صفحہ ۱۶۳۔

باب دوم

(مسئلہ کفر و اسلام از روئے آیاتِ قرآنی)

اس باب میں بعض ان قرآنی آیات کا ذکر ہوگا جن سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام رسولوں پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا ہے اور ان لوگوں کو کافر کے نام سے پکارا ہے جو سب رسولوں پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے۔

سارے رسولوں کو ماننا ضروری ہے

سو واضح ہو کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفت میں فرمایا ہے کہ ان کا یہ قول ہوتا ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ[1] یعنی ہم اللہ تعالےٰ کے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے یہ کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کردیں۔ پس ثابت ہوا کہ مومن بننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ضروری قرار دیا ہے کہ اس کے تمام رسولوں کو بلا تفریق مانا جاوے۔ اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا رسولوں کے مدارج کے متعلق ہے ان پر ایمان لانے کے متعلق نہیں یہ ایسے لوگوں کی کم علمی اور قلتِ تدبر پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری جگہ قرآن کریم صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ تلک الرسل فضّلنا بعضھم علی بعض یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پس ایسی صاف اور محکم آیت کے موجود ہوتے ہوئے بھی جو شخص لا نفرق بین احد من رسلہ کے یہ معنی کرتا ہے کہ ہم رسولوں کے مدارج میں فرق نہیں کرتے

[1] آخری رکوع سورۃ بقرہ۔

وہ قرآن کریم کی تعلیم کو ہرگز نہیں سمجھا۔ پس یہ بات بالکل یقینی ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو ایمان کا دعوے ہے مومن نہیں کہلا سکتا جب تک اسکی حالت اس آیت کی مصداق نہ ہو کہ لانفرّق بین احد من رسلہ اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ہم کسی شخص کو مومن نہ کہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرستادوں پر ایمان نہ لے آوے کیونکہ اگر انسان اللہ تعالےٰ کے بعض رسولوں کا انکار کر کے پھر بھی مومن کہلا سکتا ہے تو اس کے یہ معنے ہونگے کہ مذہب بھی ایک کھیل ہے انسان جو دل میں آئے کرے جس رسول کو چاہے مان لے جس کا چاہے انکار کر دے اور خدا کی جس آواز پر چاہے کان دھرے اور جسے چاہے رد کر دے اور پھر بھی وہ مومن کا مومن!

غرض یہ بات عند القرآن اور عند العقل پایہ ثبوت تک پہونچی ہوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے تمام رسولوں کو ماننے کے بغیر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ بعض رسولوں کی بعثت نعوذ باللہ لغو ہوتی ہے۔

ظاہری اور باطنی کفر اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک ظاہری کفر اور ایک باطنی کفر۔ ظاہری کفر تو یہ ہے کہ انسان کسی نبی کا کھلے طور پر انکار کر دے اور اس کو مامور من اللہ نہ مانے جس طرح پر کہ یہود نے مسیح ناصری کا انکار کیا یا جس طرح نصاریٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی طرف سے نہ مانا اور باطنی کفر یہ ہے کہ ظاہر اطور پر تو کسی نبی پر ایمان لانے کا اقرار کیا جاوے اور اس کو اللہ کی طرف سے مامور سمجھا جاوے لیکن حقیقت میں انسان اس نبی کی تعلیم سے کوسوں دور ہو اور اس کی باتوں پر پورا ایمان نہ لائے اور صرف اسمی اور رسمی طور پر اس کی طرف منسوب کیا جاوے جیسا کہ مسیح ناصری کے زمانہ میں یہود کا حال تھا۔ وہ گو ظاہرا طور پر تورات کے

حامل تھے اور حضرت موسےٰ کی امت میں اپنے آپ کو شمار کرتے تھے لیکن مسیحؑ کی آمد نے ان کا سارا راز طشت از بام کر دیا اور یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو گئی کہ حقیقت میں یہود موسےٰ کی تعلیم سے بہت دُور جا پڑے تھے اور انہوں نے تورات کو پس پشت ڈالدیا تھا اور ان کا موسےٰ کی امت میں ہونے کا دعوےٰ صرف زبانی دعوےٰ تھا جو آزمانے پر غلط نکلا۔ گویا حضرت مسیح ناصری یہود کی طرف اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک امتحان کی شکل میں نازل ہوئے تا خبیث اور طیّب میں تمیز پیدا ہو جاوے اور تا اس بات کا پتہ لگے کہ یہود میں سے کون اپنے دعوے میں سچّا اور کون جھوٹا ہے۔ پس یہود نے مسیح کے انکار سے اپنے اوپر دو کفر لئے۔ ایک مسیحؑ کا ظاہری کفر۔ اور ایک موسےٰ اور موسےٰ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کا باطنی کفر۔ یہی حال نصاریٰ کا ہے جنہوں نے آنحضرت صلعم کی بعثت پر آپ کا انکار کر کے اس بات پر مُہر لگادی کہ وہ مسیح ناصری پر ایمان لانیکے دعوےٰ میں جھوٹے تھے اور اس کی تعلیم کو دلوں سے بھلا چکے تھے پس انہوں نے بھی دو قسم کا کفر کیا اوّل نبی کریم صلعم کا ظاہری کفر اور دوسرے مسیح ناصری اور ان سے پہلے کے تمام انبیاء کا باطنی کفر۔

اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ ایک رسول کے انکار سے باقی تمام رسولوں کا انکار لازم آتا ہے۔ ہاں ہم یہ نہیں کہتے کہ ایک رسُول کا ظاہری کفر باقی رسولوں کا بھی ظاہری کفر ہے کیونکہ ظاہری کفر زبانی انکار سے تعلق رکھتا ہے اس لئے بغیر کسی کی طرف سے زبانی انکار کے اس پر ظاہری کفر کا فتویٰ لگانا جائز نہیں۔ ایک شخص اگر کہتا ہے کہ مَیں نبی کریم کو مانتا ہوں تو پھر ہمارا کوئی حق نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ وہ آپ کا ظاہری کافر ہے۔ ہاں اگر وہ اللہ تعالےٰ کے کسی اور رسُول کے ظاہری کفر کو اپنے اُوپر لیتا ہے تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے نبی کریم صلعم

کا بھی باطنی کفر کیا کیونکہ ایک رسول کے ظاہری کفر سے دوسرے رسولوں کا باطنی کفر لازم آتا ہے یہی وجہ ہے کہ لا نفرّق بین احد من رسلہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تمام رسولوں پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا ہے تا انسان کسی ایک رسول کا انکار کر کے اپنے پہلے ایمان کو بھی ضائع نہ کر دے۔ ہاں یہ ہم نہیں کہتے کہ سارے کافر ایک سے ہیں۔ بلاریب ہنڈوں کی نسبت یہود ہمارے زیادہ قریب ہیں اسی طرح یہود کی نسبت نصاریٰ ہم سے قریب تر ہیں مگر کافر کا لفظ سب پر یکساں عائد ہوگا اور ان میں سے کوئی بھی مومن نہیں کہلا سکیگا کیونکہ مومن کے لئے سب رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔

بعض رسولوں کو ماننے والا اور بعض کو رد کرنے والا کافر ہے

الغرض پہلے پارہ کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو حکم دیا ہے کہ لا نفرّق بین احد منھم کی تعلیم پر قائم رہیں اور پھر تیسرے پارہ کے آخری رکوع میں اسی آیت کا اعادہ کیا ہے جس سے اس حکم کی تاکید مزید ثابت ہوتی ہے۔ پھر چھٹے پارہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرّقوا بین اللہ و رسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰٓئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کر دیں یعنی اللہ پر ایمان لے آئیں اور رسولوں کو نہ مانیں یا کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ کوئی بین بین کی

راہ نکالیں یہی لوگ پکے کافر ہیں اور اللہ نے کافروں کے لیئے ذلیل کرنیوالا عذاب تجویز کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جو تمام رسولوں کا ماننا جزو ایمان نہیں سمجھتے۔ پس اس آیت کے ماتحت ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمد صلعم کو نہیں مانتا یا محمد صلعم کو مانتا ہے مگر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ پکا کافر ہے اور یہ فتویٰ ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے ہے جس نے اپنے کلام میں ایسے لوگوں کے لئے اُولٰئک ھم الکافرون حقا فرمایا ہے۔ فتدبروا

حضرت مسیح موعودؑ خدا کے نبی ہیں

اگر یہ کہا جاوے کہ اس آیت میں تو صرف رسولوں پر ایمان لانے کا سوال ہے مسیح موعود کا کوئی ذکر نہیں تو ایسا کہنا ایک ظلم عظیم ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں مسیح موعود کے متعلق بیسیوں جگہ نبی اور رسول کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جیسا کہ فرمایا "دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا" یا جیسے فرمایا یا ایہا النبی اطعموا الجائع والمعتر یا جس طرح فرمایا انی مع الرسول اقوم[1] اور مسیح موعودؑ نے بھی اپنی کتابوں میں اپنے دعوئے رسالت اور نبوت کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں"[2] یا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو مَیں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دُنیا

[1] دیکھو مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ۔ [2] دیکھو بدر۔ مارچ ۱۹۰۸ء۔

سے گذر جاؤں۔"[1] یہ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات سے صرف تین دن پہلے یعنی ۲۳- مئی ۱۹۰۸ء کو لکھے اور آپ کے یوم وصال یعنی ۲۶- مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں شائع ہوئے۔

پھر اسی پر بس نہیں کہ مسیح موعودؑ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہی بلکہ نبیوں کے سرتاج محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی آنیوالے مسیح کا نام نبی اللہ رکھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی متعدد احادیث سے ظاہر ہے پس ان زبردست عظیم الشان شہادتوں کے ہوتے ہوئے کون ہے جو مسیح موعودؑ کی نبوت سے انکار کرے۔ اور اگر یہ کہو کہ جب رسول کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین قرار دیا ہے تو پھر آپ کے بعد کوئی نبی کس طرح آسکتا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اول تو خاتَم کا لفظ ت کی زبر سے استعمال کیا گیا ہے خاتِم کا لفظ ت کی زیر سے نہیں کہ تا آخری کے معنے کئے جائیں اور دوسرے یہ کہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تو پھر آپ نے کیوں خود آنے والے مسیح کا نام نبی اللہ رکھا اور کیوں اس کو اپنی زبان مبارک سے اس نام کے ساتھ پکارا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریمؐ نے کبھی بھی خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں کئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ورنہ آپ ہرگز ہرگز مسیح موعودؑ کا نام نبی اللہ نہ رکھتے اور اگر یہ کہو کہ پھر نبی کریمؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ لا نبي بعدي جس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئیگا تو اس کا جواب وہی ہے جو مسیح موعودؑ نے اپنی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیشک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہے جو آپ کی نبوت میں رخنہ انداز ہو

[1] دیکھو خط حضرت مسیح موعودؑ بطرف ایڈیٹر اخبار عام لاہور ۲۶- مئی ۱۹۰۸ء۔

اور آپ کے جوئے سے آزاد رہ کر نبوت کا انعام پاوے یا آپ کی لائی ہوئی شریعت پر کوئی ایزادی یا کمی کرے مگر وہ جو آپ کی امت میں سے ایک فرد ہے اور آپ کی شریعت کے تابع ہے اور آپ کی غلامی کو اپنے لئے فخر خیال کرتا ہے اور آپ کی محبت اور اتباع میں اس قدر آگے نکل گیا ہے کہ اس کا اپنا وجود درمیان میں باقی نہیں رہا تو بلا ریب ایسا شخص نبی کریم صلعم کی ایک زندہ تصویر ہے اور اس میں اور آپ میں کوئی دوئی نہیں پس اس پر ظلی طور پر آپ کی نبوت کی چادر چڑھائی جائے گی اور اس کا آنا خود آپ ہی کا آنا ہوگا نہ کسی غیر کا آنا۔ اسی واسطے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی نبوت کے متعلق اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ "محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی"۔ اور یہی لانبي بعدی کی حقیقی تفسیر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی لانبي بعدی کی حدیث سنکر یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں لوگ اس سے یہ غلط مفہوم نہ نکال لیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہر ایک قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے اس لئے انہوں نے لوگوں کو ٹھوکر سے بچانے کے لیئے فرمایا کہ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانبي بعدہ[1] یعنی تم لوگ یہ تو ضرور کہا کرو کہ رسول کریمؐ خاتم النبیین ہیں لیکن یہ نہ کہا کرو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عائشہؓ اپنی فراست اور نبی کریمؐ کے قرب کی وجہ سے اس بات کو خوب سمجھتی تھیں کہ لانبي بعدی کے وہی معنی ہیں جو خاتم النبیین کے ہیں لیکن آپ نے عوام الناس کو ٹھوکر سے بچانے کے لیئے فرمایا کہ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانبي بعدہ مگر وائے قسمت مسلمانوں کی کہ

[1] دیکھو مجمع البحار۔

جس ٹھوکر سے ان کو ان کی مادر مشفق نے متنبہ کر دیا تھا انہوں نے اسی جگہ ٹھوکر کھائی۔

نبوت کی تین اقسام اس جگہ یہ یاد رہے کہ نبوت مختلف نوع پر ہے اور آجتک نبوت تین قسم پر ظاہر ہو چکی ہے اوّل تشریعی نبوت جس کی دو موٹی مثالیں حضرت موسیٰؑ کی نبوت اور نبوت محمدیہ ہیں ایسی نبوت کو مسیح موعودؑ نے اپنی اصطلاح میں حقیقی نبوت کے نام سے پکارا ہے۔ دوئم وہ نبوت جس کے لئے تشریعی یعنی حقیقی ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ بلا واسطہ جناب باری تعالےٰ کی طرف سے ملے جیسے عیسےٰ یحییٰ داؤد سلیمان اور زکریا علیہم السلام کی نبوتیں تھیں۔ یہ انبیاء گو حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے پابند تھے اور ان کا مشن صرف توراۃ کی اشاعت تھا لیکن تاہم انہوں نے موسیٰؑ کی اتباع کی وجہ سے نبوت نہیں پائی کیونکہ توراۃ کی تعلیم بوجہ خصوصیات زمانی اور مکانی کے اس کامل درجہ پر نہ تھی کہ اس پر کاربند ہونے کی وجہ سے کوئی شخص نبوت کا درجہ پا سکے بلکہ وہ صرف ایک حد تک سلوک کے رستہ پر انسان کو چلاتی تھی اور پھر اس کے بعد جس کو اللہ تعالےٰ نے نبوت کا درجہ دینا ہوتا تھا اسے براہ راست بلند کر کے نبوت عطا کی جاتی تھی۔ ایسی نبوت حضرت مسیح موعودؑ کی اصطلاح میں مستقل نبوت ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس جگہ مستقل سے مراد دائمی نہیں بلکہ آزاد اور قائم بالذات کے ہیں۔ تیسری قسم نبوت کی ظلّی اور امتی نبوت ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ نہ تو انسان کوئی نئی شریعت لائے جس سے حقیقی نبی بنجاتا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ اور نہ اُسے براہِ راست نبوت ملی ہو جس سے وہ مستقل نبی کہلاتا ہے جیسے داؤد اور عیسےٰؑ۔ بلکہ اُسے ایک ایسے کامل انسان

کی اتباع کی وجہ سے نبوت ملے جس کے قدم بقدم چلنا نبوت کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی نبوت نبی کریم صلعم سے پہلے ممکن نہ تھی کیونکہ آپ سے پہلے کوئی ایسا شخص نہ گذرا تھا جس کی کامل اتباع کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبوت مل سکے اور نہ قرآن کریم سے پہلے کوئی ایسی کتاب تھی جس پر پورے طور پر کاربند ہونے سے انسان نبوت کا درجہ حاصل کر سکے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے حقیقی اور مستقل نبی تو ہوتے رہے مگر ظلّی نبی کوئی نہ ہوا کیونکہ آپ سے پہلے دنیا میں کوئی کامل انسان موجود نہ تھا اور قرآن سے پہلے کوئی کامل کتاب نہ تھی مگر آپ کی آمد سے مستقل اور حقیقی نبوتوں کا دروازہ بند ہو گیا اور ظلّی نبوت کا دروازہ کھولا گیا پس اب جو ظلّی نبی ہوتا ہے وہ نبوت کی مہر کو توڑنے والا نہیں کیونکہ اس کی نبوّت اپنی ذات میں کچھ چیز نہیں بلکہ وہ محمد صلعم کی نبوت کا ظل ہے نہ کہ مستقل نبوت۔

ظلّی نبوّت کا ارفع مقام اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلّی یا بروزی نبوّت گھٹیا قسم کی نبوت ہے یہ محض ایک نفس کا دھوکا ہے جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں حق یہ ہے کہ ظلّی نبوت بھی ایسی ہی نبوت ہے جیسی کہ دوسری نبوّتیں۔ صرف واسطہ اور ذریعہ حصول کا فرق ہے بلکہ ایک لحاظ سے ظلّی نبوّت سابقہ نبوتوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے کیونکہ ظلّی نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم صلعم کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جاوے اور آپ کی صفات کو اس درجہ اپنے اندر جذب کرلے کہ من تو شدم تو من شدی کے درجہ کو پالے ایسی صورت میں وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائیگا حتٰی کہ ان دونوں میں قرب اتنا

بڑھیگا کہ نبی کریم صلعم کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھا دی جائیگی تب جا کر وہ ظلی نبی کہلائے گا پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو تو وہ شخص جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا یا ان کے معنے ناقص نبوت کے کرتا ہے وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت صلعم کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام قسم کے کمالات جمع ہوں جو نبی کریم صلعم میں رکھے گئے بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو زیادہ کسی کو کم۔ مگر مسیح موعودؑ کو تو تب جا کر نبوت ملی جب آپ نے ظلی طور پر نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گئے کہ ظلی نبی کہلائیں پس ظلی نبوت نے مسیح موعودؑ کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ گویا ایک بروز کی حیثیت میں نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ نبی کریمؐ کے تمام کمالات حاصل کر لینے کے بعد نبی بنائے جاتے۔ داؤدؑ اور سلیمانؑ کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان کو نبی کا خطاب تب دیا جاتا جب وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات سے پورا حصہ

لے لیتے اور پھر میں تو یہ بھی کہوں گا کہ حضرت موسیٰؑ کے لئے بھی یہ ضروری نہ تھا کہ انہیں اس وقت تک نبوت نہ ملے جب تک وہ محمد صلعم کی تمام خوبیوں کو اپنے اندر جمع نہ کرلیں کیونکہ ان سب انبیاء کا کام خصوصیاتِ زمانی اور مکانی کی وجہ سے ایک تنگ دائرہ میں محدود تھا لیکن مسیح موعودؑ چونکہ تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے اُسے ہرگز نبوت کا خلعت نہیں پہنایا جب تک اس نے نبی کریمؐ کی اتباع میں چلکر آپ کے تمام کمالات کو حاصل نہ کرلیا پس مسیح موعودؑ کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجہ کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اُس مقام پر کھڑا کر دیا ہے جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہونچ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچ جائے۔

پھر غور کا مقام ہے کہ ہم حضرت موسیٰؑ کو تو صرف اس لئے نبی کہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں ان کو نبی کہا ہے۔ عیسےٰؑ کو نبی اللہ صرف اس لئے جانیں کہ قرآن کریم میں ان کی نسبت نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر جب مسیح موعودؑ کا سوال آوے تو ہم اس اصول کو چھوڑ کر لفظی تاویلات میں پڑ جاویں۔ موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کی نبوت کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں سوائے اس کے کہ اللہ کے کلام نے ان کو بطور نبی کے پیش کیا ہے پس جب اسی خدا کے کلام میں مسیح موعودؑ کو کئی دفعہ نبی کے نام سے پکارا گیا ہے تو ہم کون ہیں کہ آپ کی نبوت کا انکار کریں۔ کیا جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے خدا صادق القول تھا اور اس کا کلام سچا اور غلطی سے پاک تھا اس زمانہ میں وہ نعوذ باللہ صادق القول نہیں ہے اور اس کا کلام اس قابل نہیں رہا کہ انسان اس کو سچا جانے اور اس پر ایمان لائے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

غرضیکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کے ایک رسول اور نبی تھے اور وہی نبی تھے جس کو نبی کریم صلعم نے نبی اللہ کے نام سے پکارا اور وہی نبی تھے جس کو خود اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی میں یا ایّھا النّبیّ اور یا ایّھا الرسول کے الفاظ سے بار بار مخاطب کیا ہاں مسیح موعودؑ صرف نبی نہیں ہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمتی تا نبی کریمؐ کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو۔

امتِ محمدیّہ میں نبیوں کی تعداد کیوں کم رہی ؟

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کریمؐ کی قوتِ قدسیہ کا اچھا فیضان ہے کہ موسیٰ کی شریعت کی خدمت کے لئے تو بیسیوں نبی آئے مگر امتِ محمدیّہ میں ایسا شخص صرف ایک ہی نکلا جس کو رسالت اور نبوّت کا درجہ عطا کیا گیا حالانکہ کہا جاتا ہے کہ امتِ محمدیّہ موسےٰ کی امت سے شان میں بدرجہا بڑھکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ موسےٰؑ کو جو کتاب دی گئی تھی وہ ایک خاص قوم اور خاص زمانہ کے لئے تھی اور کامل نہیں تھی اور اسی نسبت سے اس کی رُوحانی قوت بھی بہت محدود تھی اور ایک نقص اس میں یہ تھا کہ اس میں دعاوی ہی دعاوی بھرے ہوئے تھے اور دلائل بہت کم تھے اس لئے ضرورت پیش آتی تھی کہ تورات کے قیام کے لئے پے در پے نبی بھیجے جائیں تا وہ اپنے معجزات کی مدد سے اس کو خدا کا کلام ثابت کرتے رہیں جب ایک نبی مرجاتا اور اس کے معجزات لوگوں کے لئے قصّے کہانیاں ہوجاتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ تورات ایک مُردہ جسم کی طرح رہ جاتی تھی کیونکہ اس کے اندر معجزات اور زندہ نشان اور بیّنات موجود نہیں تھے اس لئے فوراً دوسرے نبی کو کھڑا کیا جاتا تھا تا وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کچھ معجزات دکھائے اور لوگوں پر اپنی سچائی ظاہر

کرے اور پھر اپنی وساطت سے تورات پر لوگوں کو قائم کرے۔ لیکن قرآن ایک کامل کتاب ہے اور اس کی رُوحانی قوت تورات سے بدرجہا بہتر ہے اور پھر اس کے ہر ایک دعویٰ کے ساتھ دلائل موجود ہیں اس لئے قرآن کو ایسے نبیوں کی ضرورت نہیں جو لوگوں کو آکر پہلے کچھ معجزات دکھائیں اور پھر قرآن پر ایمان پیدا کرائیں ہاں امتِ محمدیہ میں ایسے لوگ بے شک ہوتے رہے ہیں جو اللہ کی طرف سے ان غلطیوں کے دور کرنے کے کام پر لگائے جاتے تھے جو عوام الناس کو قرآن کریم کے سمجھنے میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہی ہیں اور یا اُن کا یہ کام ہوتا تھا کہ لوگوں کو قرآن کریم کی طرف متوجہ کرتے رہیں اور ان کو اعمال میں سُستت نہ ہونے دیں مگر قرآن کریم تورات کی طرح مُردہ کبھی نہیں ہوا تا اسے نبیوں کی ضرورت پیش آتی ہاں نبی کریمؐ کی امت میں سے ایک نبی ضرور ہونا تھا اور وہ اس طرح کہ نبی کریمؐ نے پیشگوئی کی تھی کہ میری امت پر ایک وقت آئے گا کہ ان کے درمیان سے قرآن اُٹھ جائے گا اور ایمان ثریا پر چلا جائیگا تب ایک شخص کو خدا مبعوث کریگا جو گم شدہ قرآن کو دوبارہ دنیا میں لائیگا۔ اور امتِ محمدیہ کو پھر شریعتِ اسلام پر قائم کریگا۔ پس اب معاملہ صاف ہے چونکہ قرآن کو کسی نبی کے ذریعہ بیرونی دلائل کی ضرورت نہیں اس لئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہا کوئی نبی مبعوث نہ کیا گیا لیکن جب قرآن حسب پیشگوئی مخبرِ صادق دنیا سے اُٹھ گیا اور مفقود ہو گیا تب ضرورت پیش آئی کہ ایک نبی کو بھیجکر اس پر گویا دوبارہ قرآن کریم اتارا جاوے تا قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ پورا ہو اور یہ نبی کوئی غیر نہیں ہے بلکہ خود محمد رسول اللہ صلعم ہے جو بروزی رنگ پر دنیا میں آیا کیونکہ غیر کے آنے سے مُہرِ نبوت ٹوٹتی ہے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ خاتم النبیین کی بعثت سے پہلے نبوتِ مستقلہ کا

دروازہ کھلا تھا اس لئے موسیٰ کی امّت میں بہت نبی آئے کیونکہ ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ جب تک وہ نبوّت کے تمام کمالات کو حاصل نہ کرلیں ان کو نبوّت نہ ملے بلکہ ہرایک زمانہ کی ضروریات کے مطابق نبیوں میں کمالات رکھے جاتے تھے لیکن خاتم النبییّن کی بعثت سے نبوّتِ مستقلہ کا دروازہ بند ہوگیا اور ظلّی نبوّت کا دروازہ کھولا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد نبوّت صرف اسی کو مل سکتی ہے جو آپ کی اتباع میں اس قدر آگے نکل گیا ہو کہ اس کا اپنا وجود درمیان میں نہ رہے کیونکہ ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی کامل تصویر ہو اب اگر آپ کے بعد بھی بہت سے نبی آجاتے تو پھر آپ کی شان لوگوں کی نظروں میں کم ہوجاتی کیونکہ آپ کے بعد بہت سے نبیوں کے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلعم کا درجہ اتنا معمولی ہے کہ بہت سے لوگ محمد رسول اللہ بن سکتے ہیں کیونکہ ظاہر ہے جو کوئی بھی ظلّی نبی ہوگا وہ بوجہ نبی کریم صلعم کے تمام کمالات حاصل کرلینے کے محمد رسول اللہ ہی کہلائیگا۔ اس لئے اُمّتِ محمدیہ میں صرف ایک شخص نے ہی نبوت کا درجہ پایا اور باقیوں کو یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا کیونکہ ہرایک کا کام نہیں کہ اتنی ترقی کرسکے۔ بیشک اس امّت میں بہت سے ایسے لوگ پیدا ہوئے جو علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل کے حکم کے ماتحت انبیائے بنی اسرائیل کے ہم پلہ تھے لیکن ان میں سوائے مسیح موعودؑ کے کسی نے بھی فنا فی الرسول کا وہ مرتبہ حاصل نہیں کیا کہ وہ نبی کریمؐ کا کامل ظل کہلاسکے اس لئے نبی کہلانے کے لئے صرف مسیح موعودؑ کو مخصوص کیا گیا۔ ہاں اگر نبوت مستقلہ کا دروازہ اس امّت میں بھی کھلا ہوتا تو یقیناً اس اُمّت کے نبیوں کی تعداد انبیائے بنی اسرائیل سے بہت بڑھ جاتی پس بے شک نبیوں کی

تعداد کے لحاظ سے موسوی سلسلہ محمدی سلسلہ پر ایک گونہ فوقیت رکھتا ہے مگر یہ فوقیت اسی قسم کی ہے جیسی بنی اسحاق کو بنی اسمٰعیل پر حاصل ہے۔ لاریب اسرائیلی عورتوں نے کئی ایسے بیٹے جنے جو نبی کہلائے مگر خدا کی قسم آمنہ کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہؤا اس کے مقابل پر اگر اسرائیلی خاندان کے سارے بیٹے بھی ترازو میں رکھے جاویں تو تب بھی اسمٰعیلی پلڑا ضرور جھکا رہیگا۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح بیشک تورات کو بہت سے نبی خدمت کے لئے عطا ہوئے لیکن قرآن کی خدمت کے لئے جو نبی امتِ محمدیہ میں پیدا کیا گیا وہ اپنی شان میں کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے۔

علاوہ اس کے ہمیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ تمام انبیاء کے مظہر ہیں جیسا کہ آپ کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء اس لئے آپ کے آنے سے گویا امتِ محمدیہ میں تمام گذشتہ نبی پیدا کئے گئے پس اس جہت سے گویا نبیوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ سے بڑھکر رہا کیونکہ علاوہ ان نبیوں اور رسولوں کے جو تورات کی خدمت کے لئے حضرت موسیٰؑ کو عطا ہوئے تھے اس امت میں وہ تمام دوسرے نبی بھی مبعوث کئے گئے جو موسیٰؑ سے پہلے گذر چکے تھے بلکہ خود موسیٰؑ بھی دوبارہ دنیا میں بھیجے گئے اور یہ سب کچھ مسیح موعودؑ کے وجود باجود میں پورا ہؤا پس اب کیا یہ پرلے درجہ کی جہالت نہیں کہ جہاں ہم لا نفرق بین احد من رسلہ میں داؤد اور سلیمان زکریا اور یحییٰ علیہم السّلام کو شامل کرتے ہیں وہاں مسیح موعودؑ جیسے عظیم الشان نبی کو چھوڑ دیا جاوے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف حقیقی و مستقل نبیوں کا ذکر کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت پیش

کیاجاوے۔ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں مطلقاً رسول کا لفظ استعمال کیا
گیا ہے۔اب جس طرح رسول کا لفظ حقیقی اور مستقل نبیوں پر بولا جائیگا اسی
طرح ظلی اور بروزی نبی پر بھی بولا جائیگا ورنہ اگر ظلی اور بروزی نبی کو
صرف نبی کے نام سے پکارنا جائز نہیں تو کیوں خود اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ
کو بارہا نبی اور رسول کے الفاظ سے یاد کیا۔خدا نے تو اپنے کلام میں
کبھی بھی ظلی یا بروزی کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ہمیشہ صرف نبی اور
رسول کے الفاظ استعمال کرتا رہا پس اگر مسیح موعودؑ کو صرف نبی کے نام
سے پکارنا جائز نہیں تو نعوذ باللہ سب سے پہلے ناجائز فعل کرنیوالا
خود خدا ہے۔مگر دراصل یہ سارا نفس کا دھوکا ہے کیونکہ جس طرح حقیقی
اور مستقل نبوتیں نبوت کی اقسام ہیں اسی طرح ظلی اور بروزی نبوت
بھی نبوت کی ایک قسم ہے اگر ہم حقیقی یا مستقل نبیوں کو ہمیشہ صرف نبی
کے نام سے پکارتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ظلی نبی کو نبی کے نام سے نہ پکار
سکیں اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے اگر شیر تین قسم کے ہوتے ہوں ایک
سفید ایک سُرخ اور ایک زرد تو ہم سفید اور سُرخ کو تو شیر کہیں مگر زرد
شیر کو شیر کے نام سے نہ پکاریں ظاہر ہے کہ شیر کا زرد ہونا اسے شیر ہونے کی
حیثیت سے نیچے نہیں گرا دیتا اسی طرح مسیح موعودؑ کا ظلی نبی ہونا مسیح
موعودؑ سے نبوت کو نہیں چھینتا بلکہ صرف نبوت کی قسم ظاہر کرتا ہے اور اگر
ایک چیز کی قسم بتانے سے اس چیز کی ہستی باطل ہو جاتی ہے تو نعوذ باللہ
نبی کریمؐ کی نبوت بھی باطل ٹھہرتی ہے کیونکہ آپ کی نبوت بھی تشریعی نبوت
تھی جو نبوت کی ایک قسم ہے۔پس یہ ایک بہت بودا خیال ہے کہ لا نفرق
بین احد من رسلہ میں حقیقی اور مستقل نبی تو شامل ہیں مگر ظلی نبی

نہیں کیونکہ جس طرح حقیقی اور مستقل نبوّتیں نبوّت کی قسمیں ہیں اسی طرح ظلی نبوّت بھی نبوّت کی ایک قسم ہے اور جو حقیقی اور مستقل نبیوں کو حقوق حاصل ہیں وہی ظلی نبی کو بھی حاصل ہیں کیونکہ نفسِ نبوّت میں کوئی فرق نہیں۔ دراصل یہ سارا دھوکا نبوّت کے حقیقی معنوں پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ براہین احمدیہ حصّہ پنجم[1] میں لکھتے ہیں کہ نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ شریعت لائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ کسی صاحبِ شریعت نبی کا متبع نہ ہو بلکہ نبی کے لئے صرف اسی قدر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بکثرت امورِ غیبیہ سے اطلاع پائے اور خدا اس سے کثرت کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرے اور اپنی وحی میں اس کا نام نبی رکھے۔ پس اگر کسی انسان میں یہ تین باتیں جمع ہیں تو لاریب وہ نبی ہے۔ باقی رہا نبوّت کی قسم کا سوال سو اس کے متعلق مَیں اُوپر لکھ آیا ہوں کہ اب حقیقی نبوّت اور نبوّت مستقلہ کا دروازہ قطعی طور پر بند ہے اور جو کوئی بھی قرآن کے بعد نئی شریعت لانے کا دعویٰ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ نبی کریمؐ سے آزاد رہ کر مجھ کو نبوّت ملی ہے وہ جھوٹا اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے مگر ظلی نبوّت کا دروازہ بند نہیں اور اسی قسم کی نبوّت کا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دعویٰ کیا ہے۔

اس جگہ مَیں یہ بات بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مضمون میں جہاں کہیں بھی حقیقی نبوّت کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد ایسی نبوّت ہے جس کے ساتھ کوئی نئی شریعت ہو ورنہ حقیقی کے لغوی معنوں کے لحاظ سے تو ہر ایک نبوّت حقیقی ہی ہوتی ہے جعلی یا فرضی نہیں ہوتی اور مسیح

[1] صفحہ ۱۳۸

موعودؑ بھی ان معنوں میں حقیقی نبی تھے اور جہاں کہیں مستقل نبوت کا ذکر ہے وہاں ایسی نبوّت مراد ہے جو کسی کو بلا واسطہ بغیر اتباع کسی نبی سابقہ کے ملی ہو ورنہ مستقل کے لغوی معنوں کے لحاظ سے تو ہر ایک نبوت مستقل ہی ہوتی ہے معلق یا عارضی نہیں ہوتی کیونکہ ہر نبی کا وجود دوسروں سے جُدا اور ممتاز ہوتا ہے اور اپنی ذات میں مستقل حیثیت رکھتا ہے اور ان معنوں میں مسیح موعودؑ بھی مستقل نبی تھے۔ فتدبر۔

مسیح موعودؑ کے انکار سے رسولوں میں تفریق لازم آتی ہے

پس اب کوئی شخص مسیح موعودؑ کی ظلی نبوت کا انکار کر دے تو کر دے مگر آپ کو ظلی نبی مان کر پھر اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آپ کے منکرین کی نسبت وہی فتویٰ ہے جو قرآن کریم نے انبیاء کے منکرین کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ جب مسیح موعودؑ خدا کا ایک رسول اور نبی ہے تو پھر اس کو وہ سارے حقوق حاصل ہیں جو دوسرے رسولوں اور نبیوں کو ہیں اور اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے کسی اور نبی کا انکار۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص مسیح موعود کا انکار کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے رسولوں میں تفریق کرتا ہے یعنی باقی رسولوں کو تو مانتا ہے مگر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اس لئے اس کی طرف ہرگز یہ قول منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ لانفرق بین احد من رسلہ کیونکہ اس نے مسیح موعودؑ کے انکار سے رسولوں میں تفریق کر دی۔ اس لئے وہ حق نہیں رکھتا کہ اُسے مومن کے نام سے پکارا جاوے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے دوسری جگہ ایسے لوگوں کو جو خدا کے بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے صریحًا کافر کہا ہے جیسا کہ پارہ ششم کے شروع میں آتا ہے:-

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرّقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسولوں میں تفریق پیدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو تو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور ایک بین بین کا راہ تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ خدا کی نظر میں پکے کافر ہیں اور خدا نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا انکار جزو ایمان نہیں ہے اور یہ کہ مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا وہ خدارا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں ایسے لوگوں کو کافر کے نام سے پکارا ہے جو اس کے سارے نبیوں کو نہیں مانتے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس آیت میں رسل سے مراد صرف وہی رسول ہیں جو نبی کریمؐ تک آچکے اور آپ کے بعد آنیوالا اب کوئی رسول اس میں شامل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تو قرآن کے پیچھے چلنے والے ہیں اگر آپ اس آیت میں یہ الفاظ ہم کو دکھا دیں کہ رسل سے مراد صرف وہی رسول ہیں جو نبی کریمؐ تک مبعوث ہو چکے تو ہم بسر و چشم ماننے کے لئے تیار ہیں مگر ظلم تو یہ ہے کہ آیت کریمہ میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ رسل کا لفظ عام رکھا گیا ہے جو بوجہ نکرہ ہونے کے عمومیت کو چاہتا ہے پس اب ہم کون ہیں کہ اپنی طرف سے تخصیص کریں اور ایک عام لفظ کو بلا کسی پختہ دلیل کے خاص معنوں میں محدود کر دیں۔ دراصل

بات یہ ہے کہ ہر ایک زمانہ کے لئے ایمان کی جزئیات مختلف ہوتی ہیں۔ فرعون کو موسیٰؑ کے انکار کے متعلق سوال کیا جائیگا مگر عیسےٰؑ کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہ ہوگا یہ اس لئے کہ فرعون کے واسطے صرف موسےٰؑ اور آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاءؑ کو ماننا جزوِ ایمان تھا عیسےٰ کو ماننا ابھی جزوِ ایمان نہ بنا تھا کیونکہ ابھی تک عیسےٰ مبعوث نہ ہوئے تھے اسی طرح عیسےٰؑ کے زمانہ کے لوگوں کے لئے عیسےٰؑ کا ماننا تو جزوِ ایمان ضرور تھا مگر نبی کریمؐ کا ماننا ابھی جزئیات ایمان میں داخل نہ ہوا تھا کیونکہ آپ ابھی دنیا میں نہ آئے تھے اسی طرح نبی کریمؐ کے زمانہ میں مسیح موعودؑ کو ماننا ایمان کا جزو نہ تھا مگر جب حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالےٰ کی طرف سے رسول بنکر آگئے تو ان کا ماننا بھی جزئیات ایمان میں داخل کیا گیا۔ آیت مذکورہ بالا جس میں تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور رسولوں میں تفریق کرنے والوں کو کافر کے نام سے پکارا گیا ہے ایک اصول کے رنگ پر ہے اور یہ آیت زمانی اور مکانی نہیں بلکہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے ہے اس لئے جب وہ زمانہ آیا کہ امتِ محمدیہ کے ایک فرد کے سر پر رسالت اور نبوت کا تاج مزین کیا گیا تو اس آیت کے لفظ رسل کے مفہوم میں بھی ایک اور رسول کی زیادتی ہوگئی۔ پس یہ کہنا غلط اور بالکل غلط ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں اور تو سارے رسول شامل مگر مسیح موعودؑ شامل نہیں ہے۔

قرآن شریف کے مندرجہ بالا اصول کی تفسیر میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں:۔

"ایمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان ہو اس کے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر خیر و شر کے اندازوں پر اور بعث

بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی
یہی مانتے ہیں اور اس کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور
ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص
مومن مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص
نہیں عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان
میں ہو یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا
ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں
اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے
لانفرّق بین احد من رسله لیکن حضرت مسیح
موعودؑ کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین فرمایا۔ ہم اس پر ایمان
لاتے ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔ یہ
جدا امر ہے کہ ہم اس کے کیا معنے کرتے ہیں اور ہمارے مخالف کیا۔
اس خاتم النبیین کی بحث کو لانفرّق بین احد من رسله
سے تعلق نہیں وہ ایک الگ امر ہے اس لئے میں تو اپنے اور غیر
احمدیوں کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں۔"[1]

اس تحریر سے ہم کو چار باتوں کا پتہ لگتا ہے اول یہ کہ حضرت مولوی صاحب
یعنی حضرت خلیفہ اولؓ کا یہ عقیدہ تھا کہ مسلمان کہلانے کے لئے ایمان بالرسل
ضروری ہے دوسرے یہ کہ رسل کے مفہوم میں سارے رسول شامل ہیں خواہ

[1] دیکھو الحکم ۲۱ و ۲۸ رفروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۔

کوئی رسول نبی کریم صلعم سے پہلے آئے یا بعد میں ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں۔ تیسرے یہ کہ حضرت مولوی صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ بھی اللہ تعالیٰ کے ایک رسول تھے اور ایمان بالرسل میں آپ پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔ چوتھے یہ کہ جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ اللہ کے رسولوں میں تفرقہ کرتا ہے اس لئے وہ کافر ہے۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھا کرتے تھے وہ دیکھیں کہ مذکورہ بالا تحریر ان کے سارے طلسم کو کس طرح پاش پاش کر دیتی ہے میرا مطلب یہ نہیں کہ حضرت مولوی صاحب عقائد میں ہمارے لئے حَکم ہیں کیونکہ حَکم صرف وہی ہے جس کو خدا کے رسول نے حَکم کے نام سے پکارا ہے نیز ہمارا ایمان ہے کہ غیر مامور خلیفہ عقائد میں حَکم نہیں ہو سکتا اور اس سے مسائل میں اختلاف رکھنا جائز ہے اس لئے حضرت مولوی صاحب کے عقیدہ کو بیان کرنے سے میرا مطلب صرف اس قدر بتانا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کفر کے مسئلہ میں غیر مبایعین کے ہم خیال تھے یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے دوسرے اس لئے بھی کہ چونکہ حضرت مولوی صاحب تمام احمدیوں کی نظر میں دینی علوم کے اُستاد تھے اور رموز قرآن سے خوب ماہر تھے اس لئے آپ کا عقیدہ اہلِ عقل کے لئے بہت وزن رکھتا ہے۔

دو خاص ترین گروہ اب میں پھر اس مضمون کی طرف آتا ہوں جو میں بیان کر رہا تھا یعنے یہ کہ قرآن کریم نے مسیح موعودؑ کے منکروں کے لئے کیا فتویٰ دیا ہے۔ میں پہلے بتا آیا ہوں کہ قرآن کریم نے مومن کہلانے کے لئے ایمان بالرسل کو ضروری قرار دیا ہے جیسے فرمایا لا نفرق بین احد من رسلہٖ اور پھر اسی مضمون کی تشریح ایک اور آیت میں یوں کر دی کہ جو شخص بعض رسولوں

کو مانتا ہے اور بعض کو نہیں وہ پکّا کافر ہے جیسا کہ اولٰئك هم الكافرون حقًا والی آیت سے ظاہر ہے۔ اب مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں دو قسم کے شخصوں کو سب سے بڑا کافر بیان فرمایا ہے اوّل وہ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے مثلاً کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مامور ہونے کا الہام کیا ہے حالانکہ درحقیقت اسے کوئی الہام نہیں ہؤا دوسرے وہ جو خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے جیسے فرمایا ومن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبًا او كذّب بآيٰتهٖ[1] اب حضرت مسیح موعودؑ کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان مامور ہیں اور یہ کہ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ بکثرت ہمکلام ہوتا ہے دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو آپ نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اور محض افتریٰ علی اللہ کے طور پر دعوےٰ کرتے ہیں تو ایسی صورت میں آپ نہ صرف کافر بلکہ بڑے کافر ہیں اور یا حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعویٰ الہام میں سچّے ہیں اور خدا سچ مچ آپ سے ہمکلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلا شبہ یہ کفر انکار کرنیوالے پر پڑیگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا تو مسیح موعودؑ کے منکروں کو مسلمان کہکر مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعودؑ کو سچّا مان کر آپ کے منکروں کو کافر جانو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو کیونکہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ اگر مدعی کافر نہیں ہے تو مکذب ضرور کافر ہے وهو المراد۔

---

[1] اس آیت میں ظالم سے کافر مراد ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ظالم کے یہی معنے کئے ہیں۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۳

باب سوم

(مسئلہ کفر و اسلام از رُوئے تحریرات حضرت مسیح موعودؑ)

اس باب میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعض ان تحریروں کو مختصر طور پر لکھا جائیگا جن میں آپ نے اپنے منکروں کو کافر قرار دیا ہے لیکن اس سے پیشتر ایک دھوکے کا ازالہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو بعض لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ میرے انکار سے کفر لازم نہیں آتا اور میرا منکر گو الٰہی مواخذہ کے نیچے ہوگا مگر تاہم وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ سو اس کے متعلق خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ انبیاء اپنے عقائد میں اس قدر محتاط ہوتے ہیں کہ وہ کوئی نئی بات نہیں کہتے جب تک اللہ تعالیٰ کا صریح الہام اس کا حکم نہ دے۔ مثال کے طور پر دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ مسیح ناصری آسمان پر موجود ہے اور آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہوگا اور آپ قریبًا بارہ برس اس عقیدہ پر قائم رہے حالانکہ آپ کو الہام ہو چکا تھا کہ تو ہی آنیوالا مسیح ہے مگر آپ مسلمانوں کے معروف عقیدہ کی وجہ سے ایسے الہامات کی تاویل فرماتے رہے مگر اس کے بعد جب خدا نے آپ پر ساری بات کھول دی تو آپ نے لکھا کہ گذشتہ مسیح مر گیا ہے اور آنیوالا مسیح میں ہوں۔ ان دونوں عبارتوں میں ایک ظاہر بین شخص کی نظر میں تناقض پایا جاتا ہے مگر ایک مومن خوب سمجھتا ہے کہ پہلا عقیدہ عام معروف عقیدہ کی بنا پر لکھا گیا تھا اور بعد کا عقیدہ الٰہی الہام کی بنا پر ہے تناقض تو اس صورت میں ہوتا جب اپنے

اجتہاد کی بنا پر دونوں عقائد کا اظہار کیا جاتا۔ اسی طرح فضیلت بر مسیح ناصری کا عقیدہ ہے اس کے متعلق بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت میں ایک خیال ظاہر کیا مگر دوسرے وقت میں اس کے خلاف کہا۔ اسی طرح نبوت مسیح موعودؑ کا عقیدہ ہے آپ اوائل میں اپنے آپ کو جزوی نبی اور محدث کے طور پر پیش کیا کرتے تھے حالانکہ براہین کے وقت سے ہی آپ کو خدائی الہاموں میں نبی اور رسول کے ناموں سے پکارا جاچکا تھا مگر آپ مسلمانوں کے معروف عقیدہ کے پیش نظر ان الفاظ کی تاویل فرماتے رہے لیکن جب بعد میں خدا کی طرف سے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا اور اس کے متعلق خدا کی وحی آپ پر بارش کی طرح نازل ہوئی تو اس نے آپ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اس لئے بعد میں آپ نے اس کے خلاف کہا اور اپنے آپ کو نبی کے طور پر پیش کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا منکر مسلمان نہیں

ان جملہ حقائق کے ہوتے ہوئے اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کی شروع کی کتابوں میں کسی ایسی تحریر کو پڑھیں جس میں لکھا ہو کہ میرے انکار سے کفر لازم نہیں آتا تو ہم کو اس پر ضد کرکے اڑ نہیں جانا چاہیئے کیونکہ بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس رائے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام سے بدل دیا جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرتد کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"بہرحال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے

سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔
ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ میں اپنی توبہ شائع کریں اور اس خبیث
عقیدہ سے باز آجاویں تو رحمتِ الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ
جو میری دعوت کے ردّ کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ
کو چھوڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے
ہیں ان کو راستباز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان
کے پنجے میں گرفتار ہے۔"[1]

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر سے بہت سی باتیں حل ہو جاتی ہیں اوّل
یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ اطلاع دی کہ تیرا انکار
کرنے والا مسلمان نہیں۔ اور نہ صرف یہ اطلاع دی بلکہ حکم دیا کہ تو اپنے منکروں
کو مسلمان نہ سمجھ۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے عبدالحکیم خان کو جماعت
سے اس واسطے خارج کیا کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ
مسیح موعودؑ کے منکروں کو مسلمان سمجھنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے۔
چوتھے یہ کہ جو ایسا عقیدہ رکھے اس کے لئے رحمتِ الٰہی کا دروازہ بند ہے۔
پانچویں یہ کہ جو شخص مسیح موعودؑ کی دعوت کو ردّ کرتا ہے وہ قرآن شریف
کی نصوص صریحہ کو چھوڑتا ہے اور خدا کے کھلے کھلے نشانات سے منہ پھیرتا ہے۔
چھٹے یہ کہ جو شخص مسیح موعودؑ کے منکروں کو راستباز قرار دیتا ہے اس کا
دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔ یہ چھ باتیں ہیں جو اس تحریر سے ثابت
ہوتی ہیں۔ اب کون ہے جو مسیح موعودؑ کی کسی پرانی تحریر کو پیش کر کے آپ کے
انکار کی ہیبت کو گرانا چاہے۔ کیا وہ ایسے شخص کے مشابہ نہیں جو حضرت

[1] دیکھو خط حضرت مسیح موعود مندرجہ الذکر الحکیم نمبر ۲ صفحہ ۲۳-۲۴

مسیح موعودؑ کی طرف یہ عقیدہ منسوب کرتا ہے کہ مسیح ناصری مع جسم عنصری آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور اس کے ثبوت میں براہین کی عبارت کو پیش کرتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔

اگر غیر احمدی مسلمان نہیں تو انہیں مسلمان کہکر کیوں پکارا جاتا ہے

اس جگہ ایک اور شبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب حضرت مسیح موعودؑ اپنے منکروں کو حسب حکمِ الٰہی اسلام سے خارج سمجھتے تھے تو آپ نے اُن کے لئے اپنی بعض آخری کتابوں میں بھی مسلمان کا لفظ کیوں استعمال فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ انہیں مسلمان نہ لکھتے تو اور کیا لکھتے؟ کیا وہ یہودی ہیں کہ انہیں یہودی لکھا جاتا؟ کیا وہ عیسائی ہیں کہ ان کو اس نام سے پکارا جاتا؟ کیا وہ ہندو ہیں کہ ان کے متعلق ہندو کا لفظ استعمال کیا جاتا؟ کیا وہ بدھ مذہب میں داخل ہیں کہ ان کو بدھ کے متبعین کے طور پر پیش کیا جاتا؟ اب جبکہ وہ ان مذاہب میں سے کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھتے تو ان کو ان ناموں میں سے کوئی نام کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ کیا قرآن شریف میں حضرت عیسےٰؑ کی طرف منسوب ہونے والی قوم کو نصارٰی کے نام سے یاد نہیں کیا گیا؟ ضرور کیا گیا اور بہت دفعہ کیا گیا۔ مگر وہاں معترض نے اعتراض نہ کیا کہ جب وہ حضرت عیسےٰؑ کی تعلیم سے دور جا پڑے ہیں تو ان کو نصارٰی کیوں کہا جاتا ہے۔ پھر اب یہاں اعتراض کیسا؟ اصل میں بات یہ ہے کہ عرف عام کی وجہ سے ایک نام کو اختیار کرنا پڑتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اسم بامسمّٰی ہو گئی ہے۔ مثلاً دیکھو اگر ایک شخص سراج دین نامی مسلمان سے عیسائی ہو جاوے تو اسے پھر بھی سراج دین ہی کہیں گے حالانکہ

عیسائی ہو جانے کی وجہ سے وہ اب سراج دین نہیں رہا بلکہ کچھ اور بن گیا ہے لیکن عرف عام کی وجہ سوائے اس نام سے پکارا جاویگا۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود کو بھی بعض وقت اس بات کا خیال آیا ہے کہ کہیں میری تحریروں میں غیر احمدیوں کے متعلق مسلمان کا لفظ دیکھکر لوگ دھوکا نہ کھائیں اس لئے آپ نے کہیں کہیں بطور ازالہ کے غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ بھی لکھدیئے ہیں کہ "وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں" تا جہاں کہیں بھی مسلمان کا لفظ ہو اس سے مدعی اسلام سمجھا جاوے نہ کہ حقیقی مسلمان۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اسی کی طرف حدیث بخاری کے پہلو میں اشارہ ہے کہ: اِمامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔"[1]

پھر اس کے علاوہ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت کہہ سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں مگر ایک کھڑکی" اس تحریر میں حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کو رسمی مسلمان کے نام سے یاد کیا ہے پس یہ ایک یقینی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں کہیں بھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہکر پکارا ہے وہاں عرف عام کی وجہ سے ایسا لکھا ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں ورنہ آپ حسب [illegible]

[1] ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸۔

اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے[1]۔ اس بحث کو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور وہ الہام یہ ہے:۔

چو دورِ خسروی آغاز کردند ۔ مسلماں را مسلماں باز کردند

یعنی جب مسیح موعودؑ کے زمانہ کا آغاز ہوا تو مسلمانوں کو پھر دوبارہ مسلمان بنایا گیا اس الہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے منکروں کو مسلمان بھی کہا ہے اور پھر ان کے اسلام کا انکار بھی کیا ہے ان کو مسلمان تو اس غرض سے کہا گیا کہ وہ دُنیا میں اسی نام سے مشہور ہیں اور اگر یہ نام ان کے لئے استعمال نہ کیا جاتا تو پھر پتہ کس طرح لگتا کہ کون لوگ مراد ہیں اور پھر ان کے اسلام کا انکار اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں۔ فتدبروا۔

اسی حقیقت کو حضرت مسیح موعودؑ نے تحفہ گولڑویہ[2] میں آشکارا کیا ہے چنانچہ آپ اپنے زمانہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جودِ الہٰی نے مقدر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ پھر لوگوں کو صحابہؓ کے رنگ میں لائیگا اور آسمان سے کچھ ایسی ہوا چلے گی کہ یہ تہتّر فرقے مسلمانوں کے جن میں بجز ایک کے سب عارِ اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کے ہیں خودبخود کم ہوتے جائیں گے اور تمام ناپاک فرقے جو اسلام میں ہیں مگر اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں صفحۂ زمین سے نابود ہو کر ایک ہی فرقہ رہ جائے گا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنگ پر ہوگا۔"

[1] مکتوب خط حضرت مسیح موعودؑ بجواب خط عبدالحکیم خاں مرتد [2] صفحہ ۸۱،۸۲۔

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تحریر بھی بہت سے جھگڑوں کے لئے فیصلہ کُن ہے کیونکہ اس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اوّل جو شخص حضرت مسیح موعود کی جماعت میں داخل ہوا وہ صحابہ کرام کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کے جو تہتّر فرقے ہیں ان میں سے سوائے احمدی جماعت کے باقی سب عارِ اسلام ہیں۔ سوم یہ کہ غیر احمدی مسلمان اسلام کے پاک چشمہ کے بدنام کنندہ ہیں۔ چہارم یہ کہ غیر احمدی مسلمان ناپاک فرقوں میں داخل ہیں۔ پنجم یہ کہ وہ باوجود مسلمان کہلانے کے اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں۔ چھٹے یہ کہ وقت آتا ہے کہ وہ صفحہ زمین سے عملاً نابود ہو جائیں گے۔

پس یہ بالکل یقینی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں کہیں بھی غیر احمدی لوگوں کو مسلمان کہا یا لکھا ہے وہاں صرف عرف عام کی وجہ سے ایسا کیا ہے ورنہ جو رائے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے منکروں کے متعلق حسب حکم الٰہی قائم کی تھی وہ مذکورہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے۔ جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو حقیقی مسلمان سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا وہ خدارا غور کریں اور دیکھیں کہ کہیں وہ اسلام میں ایسے لوگوں کو تو داخل نہیں کر رہے جو عارِ اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کے ہیں اور ناپاک فرقوں میں داخل ہو کر اسلام کی حقیقت کے منافی ہو چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں

پھر ہمیں تو یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ وہ اسلام کیسا اسلام ہے جو انسان کو نجات نہیں دلا سکتا کیونکہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے صریح الفاظ میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ میرے ماننے کے بغیر نجات نہیں جیسا کہ آپ اربعین[1] میں تحریر فرماتے ہیں کہ

[1] نمبر ۳ صفحہ ۲۲۔

"ایسا ہی آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمّتِ محمدیہ میں بہت فرقے ہوجائیں گے تب آخری زمانہ میں ایک ابراہیمؑ پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں سے وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا"[1]

پھر براہین احمدیہ[2] میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"انہی دنوں میں سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جاویگی اور خدا اپنے مُنہ سے اس فرقہ کی حمایت کے لئے ایک کرنا بجائیگا اور اس کرنا کی آواز پر ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھینچا آئیگا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں"

ایسا ہی آپ اشتہار "حسین کامی سفیر سلطان روم" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے الگ رہے گا وہ کاٹا جاویگا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ"

پھر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام بھی ہے جو آپ نے اپنے ایک اشتہار میں درج کیا ہے اور وہ یہ ہے:۔

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے"[2]

اختصار کے طور پر اتنے حوالے دیئے جاتے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعودؑ نے بیسیوں جگہ اس مضمون کو ادا کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا بھی یہی عقیدہ

[1] حصہ پنجم صفحہ ۸۲۔ [2] اشتہار معیار الاخیار مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء۔

تھا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ چنانچہ جب ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا "اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی"۔[1]

اب جبکہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ مسیح موعودؑ کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے؟ کیا اگر مسیح موعودؑ کے منکر مسلمان ہیں تو یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ ایک اسلام ایسا بھی ہے جو انسان کو باوجود نیک اعمال کے نجات نہیں دلا سکتا؟ کیا ایسا عقیدہ اسلام کو اس کی بنیاد سے ہلا دینے والا نہیں ہے؟ یاد رہے کہ یہاں اعمال کا سوال نہیں بلکہ عقائد کا سوال ہے پس وہ جس کے عقائد میں مسیح موعودؑ پر ایمان لانا داخل نہیں وہ بقول حضرت مسیح موعودؑ قابلِ مواخذہ ہے اور نجات نہیں پا سکتا۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کو ماننا جزو ایمان نہیں ہے وہ خدارا اس بات پر غور کریں کہ جب مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں ہے تو یہ کہنا کہاں تک امانت اور دیانت پر مبنی ہے کہ آپ کا ماننا جزوِ ایمان نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ تو تحریر فرماتے ہیں کہ "دنیا میں ماموروں کے انکار جیسی کوئی شقاوت نہیں اور ان مقبولوں کو مان لینے جیسی کوئی سعادت نہیں"۔[2] پھر اسی جگہ ذرا آگے چلکر لکھتے ہیں:- "اور فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بدبخت ہیں اور انس و جن میں سے ان سا کوئی بھی بدطالع نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا۔ دوسرا وہ جو خاتم الخلفاء پر ایمان نہ لایا"۔[3] اس حوالے

---

[1] دیکھو بدر نمبر ۲ جلد ۱۲ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء۔ [2] دیکھو الہدیٰ صفحہ ۴۔ [3] ایضاً۔

سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مسیح موعودؑ کا منکر شقاوت میں نبی کریمؐ کے منکروں کے سوا باقی تمام رسولوں کے منکروں سے آگے نکل گیا ہے۔ پھر کتاب ضرورۃ الامام میں حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"جو لوگ ارشاد اور ہدایتِ خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔ اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالےٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے؟ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں"

اسی طرح کشتی نوحؑ میں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ:۔

"مبارک وہ جس نے مجھکو پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"

حضرت مسیح موعودؑ کی ارفع شان

مجھے تعجب پر تعجب آتا ہے کہ بعض لوگ غیروں کو خوش کرنے کے لئے اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی شان کو گھٹانا چاہتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی نسبت لکھا ہے کہ:۔

"میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں

لہ صفحہ ۲۴۔ لہ صفحہ ۵۶۔

سے کوئی نہیں جانتا اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دُور تر ہے قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو ..... پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ"[۱]

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خطبہ الہامیہ وہ خطبہ ہے جو خدا کی طرف سے ایک معجزہ کے رنگ پر مسیح موعودؑ کو عطا ہوا جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے پس اس کتاب کو عام کتابوں کی طرح نہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا ہر ایک فقرہ گو لفظی الہام نہ ہو مگر ایک رنگ میں الہامی شان رکھتا ہے۔ پھر اسی کتاب میں دوسری جگہ حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:۔ "جو شخص مجھ میں اور مصطفٰےؐ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے"[۲] اور اسی کتاب میں آگے چلکر فرماتے ہیں کہ:۔

"جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السّلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق نہیں رکھتی جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اس نے حق کا اور نصِ قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت اُن سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے"[۳]

ان حوالوں سے پتہ لگتا ہے کہ مسیح موعودؑ کوئی معمولی شان کا انسان نہیں ہے بلکہ امتِ محمدیہ میں اپنے درجہ کے لحاظ سے سب پر فوقیت لے گیا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کا لقب پانے کے لئے صرف وہی چنا گیا اور باقی کسی کو

---

[۱] دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸ و ۱۹۔ [۲] صفحہ ۱۷۱۔ [۳] صفحہ ۱۸۱۔

یہ درجہ عطا نہ ہوا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو وہ زمانہ دیا جس پر اللہ تعالےٰ کے تمام نبی ناز کرتے آئے ہیں اور جس کے پانے کے لئے اس امّت کے بڑے بڑے ابدال دعائیں کرتے کرتے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ پس ہم اللہ تعالےٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔ ہم کو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے اس زمانہ میں پیدا کیا جو صحابہؓ کے زمانہ سے مشابہ ہے بلکہ خود صحابہؓ کا زمانہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ:۔ "وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا در حقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا"[1] یہی وجہ ہے کہ خود نبی کریمؐ نے اس زمانہ پر ناز کیا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا:۔ "کیا ہی مبارک ہے وہ امت جس کے ایک کنارے پر مَیں ہوں اور دوسرے کنارے پر مسیح ہے"۔ پھر ایک حدیث میں یہانتک بھی آتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:۔ "میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے جس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا پہلا حصّہ بہتر ہے یا کہ آخری حصّہ"۔ افسوس کہ ایسے حوالوں کے ہوتے ہوئے بھی ہمارے بھائی حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی اہمیّت کو گراتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے۔

اس کے بعد مَیں پھر اصل بات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کو ماننا جزوِ ایمان ہے کہ نہیں اس کے متعلق کچھ حوالے تو مَیں حضرت صاحب کی کتابوں سے اُوپر لکھ آیا ہوں باقی ماندہ اس جگہ لکھدیئے جاتے ہیں۔ آپ کتاب ضرورۃ الامام[2] میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "کوئی ملہم ہو یا خواب بین اگر وہ امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہیں ہے

[1] خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱۔ [2] صفحہ ۴۔

تو اس کا خاتمہ خطرناک ہے۔" پھر فتح اسلام[1] میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اس نے (یعنی خدا نے) اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفانِ ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا اور جو انکار میں رہیگا اس کے لئے موت درپیش ہے۔"

پھر اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ[2] میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

پھر جنازہ غیر احمدیان کے مسئلہ کی ذیل میں ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"ایک صاحب نے پوچھا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہے اور اکثر مخالف مکذّب مرتے ہیں ان کا جنازہ پڑھا جائے کہ نہ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کنبہ میں سے ایک آدمی بھی چلا جائے تو ہو جاتا ہے مگر یہاں ایک تو طاعون زدہ ہے کہ جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے۔ دوسرے وہ مخالف ہے۔ خواہ مخواہ تداخل جائز نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو بالکل چھوڑ دو۔ اگر وہ چاہیگا تو ان کو خود

[1] صفحہ ۲۰۔ [2] صفحہ ۵۶۔

دوست بنا دے گا یعنے وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ خدا نے منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو چلایا ہے۔ مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہوگا مگر اپنا حصّہ ایمان کا بھی گنواؤ گے۔"[1]

پھر جب حضرت مسیح موعودؑ نے دسمبر ۱۹۰۶ء کے جلسہ میں کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں سوائے اس کے کوئی فرق نہیں کہ وہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں اور یہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں تو اس پر آپ نے ۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں آپ نے کھول کر بتایا کہ غیر احمدیوں اور احمدیوں میں کیا فرق ہے۔ یہ تقریر اپنے اندر ایک خاص رنگ رکھتی ہے اس لئے ہر ایک احمدی کو اسے پڑھنا چاہیئے۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے بہت سی ایسی باتوں کو بیان کیا جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان مابہ الامتیاز کے طور پر ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا:۔

"غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جن سے خدا تعالےٰ ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ کے مخالف ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہِ راست پر نہ آجائیں اور اس مطلب کے لئے خدا تعالےٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔"[2]

اب مسیح موعودؑ کے اس فیصلہ کے بعد ہم کسی ایسے شخص کی بات کو کیا وقعت دے سکتے ہیں جو احمدی کہلا کر غیر احمدیوں کو سچا مسلمان جانتا ہے۔

---

[1] بدر ۱۰۔ مئی ۱۹۰۳ء۔ [2] تقریر احمدی اور غیر احمدی میں فرق۔

ہم مجبور ہیں ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو مصلحت وقت کے لئے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے حکم وعدل سمجھکر مانا ہے اور آپ کی ہر ایک بات کو سچا پایا ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میرے منکروں کو خدا مسلمان نہیں جانتا تو ہم کون ہیں کہ اس بات کا انکار کریں۔ اس جگہ میں اس تقریر کے متعلق یہ بتا دینا بھی مناسب خیال کرتا ہوں کہ اسے مالابار کے ایک دوست نے حضرت خلیفۃ اوّلؓ کے زمانہ میں الگ چھپوا کر شائع کیا تھا۔ حضرت خلیفۃ اوّلؓ نے اسے بہت پسند فرمایا اور شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری کے سامنے اس کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ اس کی بہت اشاعت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ شیخ صاحب موصوف نے اسے اپنے خرچ پر لاہور سے دوبارہ چھپوا کر شائع کروایا فجزاہ اللہ خیراً۔

اسی طرح ایک اور جگہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اسلام اور غیر اسلام میں رُوحانی غذا کا قحط ڈال دُونگا اور روحانی زندگی کے ڈھونڈنے والے بجز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائیں گے اور ہر ایک فرقہ سے آسمانی برکتیں چھین لی جائیں گی۔ اور اس بندۂ درگاہ پر جو بول رہا ہے ہر ایک نشان کا انعام ہوگا۔ پس وہ لوگ جو اس روحانی موت سے بچنا چاہیں گے وہ اسی بندۂ حضرت عالی کی طرف رجوع کرینگے"[1]

پھر اسی کتاب[2] میں دوسری جگہ یوں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"محمدیوں کا پاؤں ایک بہت بلند و محکم مینار پر پڑا ہے۔ محمد بول

---

[1] دیکھو براہین احمدیہ حصۂ پنجم صفحہ ۹۷۔ [2] صفحہ ۲۷۳،۲۷۴۔

کے لفظ سے مراد اس سلسلہ کے مسلمان ہیں..... اور مقدر یوں ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہوتے جائیں گے اور تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے یا نابود ہوتے جائیں گے جیسا کہ یہودی گھٹتے گھٹتے یہانتک کم ہو گئے کہ بہت ہی تھوڑے رہ گئے ایسا ہی اس جماعت کے مخالفوں کا انجام ہوگا:

پھر نزول المسیح[1] میں حضور نے لکھا ہے کہ:-

"آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ امت مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو۔ پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے اس نے تشبیہہ دی کہ وہی میرا نام رکھدیا چنانچہ آدمؑ۔ ابراہیمؑ۔ نوحؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ یوسفؑ۔ یحییٰؑ عیسیٰؑ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گذشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب کے آخر مسیح پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔"

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعودؑ نے کئی جگہ لکھا ہے کہ اس امت کا مسیح پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس

[1] حاشیہ صفحہ ۴۔

قدر شانیں مسیح ناصری میں پائی جاتی ہیں ان تمام میں مسیح محمدیؐ ان سے افضل ہے اب ظاہر ہے کہ منجملہ اور شانوں کے مسیح ناصری کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان اور رتبہ بھی دیا تھا کہ ان کا انکار کرنے والا مغضوب علیہ اور کافر ہو جاتا تھا پس چونکہ مسیح محمدی مسیح ناصری سے تمام شان میں بڑھکر ہے اس لئے اس کو اس خاص شان میں بھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے بڑھکر ماننا پڑیگا اور یا اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ مسیح ناصری کا منکر بھی کافر نہیں۔ فتدبر وا۔

حضرت مسیح موعود کا انکار موجب کفر ہے

پھر جب حضرت مسیح موعودؑ سے کسی غیر احمدی نے یہ سوال کیا کہ:۔ "حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا لیکن عبد الحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے"۔ اس اعتراض کا حضرت مسیح موعودؑ نے یہ جواب دیا کہ:۔

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنیوالا

سب کافروں سے بڑھکر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبًا او کذب بآیٰتہ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں ایک خدا پر افترا کرنے والا دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنیوالا پس جب میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے اس صورت میں نہ مَیں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری امت سے ہی مسیح موعود آئیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں معراج کی رات مسیح ابن مریم کو اُن نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دُنیا سے گذر گئے ہیں اور یحییٰ شہید کے پاس دوسرے آسمان میں ان کو دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خبر دی کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان میں کسوف خسوف رمضان میں ہوا اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے وہ عمدًا خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھکو باوجود صد ہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو مَیں بوجہ افترا کرنے کے کافر ٹھہرا کیونکہ مَیں ان کی نظر میں مفتری ہوں اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قالت الاعراب اٰمنا۔ قل لم تؤمنوا ولکن

قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ان سے کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہؤا پس جبکہ خدا اطاعت کرنیوالوں کا نام مومن نہیں رکھتا پھر وہ لوگ خدا کے نزدیک کیونکر مومن ہو سکتے ہیں جو کھلے کھلے طور پر خدا کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے ہزارہا نشان دیکھکر جو زمین اور آسمان میں ظاہر ہوئے پھر بھی میری تکذیب سے باز نہیں آتے۔"[1]

حضرت مسیح موعودؑ نے اس جواب کو اور بھی لمبا کیا ہے مگر بخوف طوالت اس جگہ صرف اسی قدر لکھا جاتا ہے۔

اس سوال اور جواب میں یہ بات خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہے کہ جب سائل نے یہ کہا کہ "اب آپ لکھتے ہیں میرے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے" تو اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ مَیں تو اپنے انکار سے لوگوں کو کافر نہیں کہتا تم مجھ پر کیوں یہ الزام لگاتے ہو بلکہ آپ نے معترض کی بات کو مان کر اس کی تشریح شروع کر دی پس جواب کی طرز ہی اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کو مان لیا ہے کہ آپ کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ ورنہ جواب کا پہلو یہ ہونا چاہیے تھا کہ مَیں تو اپنے منکروں کو کافر نہیں کہتا یہ تم مجھ پر الزام لگاتے ہو مگر حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا نہیں کیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے منکروں کو کافر جانتے تھے۔

---

[1] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ حقیقۃ الوحی[1] میں لکھتے ہیں کہ :-

"میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعودؑ ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں پس جس شخص پر میرے مسیح موعودؑ ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعوے پر وہ اطلاع پا چکا ہے وہ قابلِ مواخذہ ہو گا کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ مُنہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا داد خواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا یعنے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی"

پھر ذرا آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے نزدیک جس پر اتمام حجت ہو چکا ہے اور خدا کے نزدیک جو منکر ٹھہر چکا ہے وہ مواخذہ کے لائق ہو گا۔ ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے، اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے

[1] صفحہ ۱۷۸۔

یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسولؐ نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسولؐ کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسولؐ کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذّب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا قابلِ مواخذہ نہیں ہوگا۔[1]

اس جگہ میں پھر اس خط کے ایک حصہ کو نقل کر دیتا ہوں جو حضرت مسیح موعودؑ نے عبد الحکیم خان مرتد کو لکھا۔ عبد الحکیم خان کے خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ تو خادمِ اسلام ہیں نہ کہ خود وجودِ اسلام پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ بیس کروڑ مسلمان جنہوں نے آپ کو قبول نہیں کیا سب کافر ہو گئے

---

[1] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ و ۱۸۰

تو اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں"

پھر حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب تجلیات[1] میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کا جن میں آپ کا دعویٰ مسیحیت بھی شامل ہے منکر ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا کبھی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مخالفوں کو خود کافر کہکر پکارا بھی ہے یا نہیں یا ہمیشہ استفسار پر ہی اس فتویٰ کا اظہار کیا ہے سو اوّل تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس نام سے آپ نے اپنے مخالفوں کو پکارا بھی ہو کیونکہ جب آپ کا اس کے متعلق صاف فتویٰ موجود ہے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ نے اس نام سے اپنے مخالفوں کو پکارا بھی ہے چنانچہ

---

[1] صفحہ ۲۵۔

حقیقۃ الوحی[1] میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ :- "ایک قسم کے نشان تو میری جماعت میں ظاہر ہوئے اور دوسری قسم کے نشان کافروں کے گروہ میں ظہور پذیر ہوئے"۔ اور پھر تتمہ حقیقۃ الوحی[2] میں آپ نے لکھا ہے کہ :- "ہر ایک پہلو سے خدا نے مجھکو برومند کیا چنانچہ ہزارہا شکر کا یہ مقام ہے کہ قریباً چار لاکھ انسان اب تک میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے اور کفر سے توبہ کر چکے ہیں"۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ چار لاکھ انسان ایسے نہیں تھے جو غیر مسلموں سے احمدی ہوئے ہوں بلکہ ایسے تھے جو پہلے غیر احمدی مسلمان تھے اور اس کے بعد احمدی ہو گئے مگر باوجود اس کے حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے متعلق کفر کا لفظ استعمال فرمایا۔

اب بھی اگر کوئی شخص مسیح موعودؑ کے منکر کو مسلمان سمجھتا ہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہماری طرف سے حجت پوری ہو چکی ہے ہم تو کہتے ہیں کہ اگر تم ہماری نہیں مانتے اور مسیح موعودؑ کی بات کو قبول نہیں کرتے تو چلو غیر احمدی مولویوں سے ہی فتویٰ پوچھ لو کہ جو آنیوالا مسیح ہے اس کا منکر مسلمان ہے یا کافر۔ جو وہ اپنے خیالی مسیح کے منکر کو سمجھتے ہیں اس سے بڑھکر ہم اپنے حقیقی مسیح کے منکر کو خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا آنیوالا تو بذاتِ خود حضرت عیسٰیؑ ہیں مگر ہمارا مسیح نبی کریمؐ کی اتباع کی وجہ سے حضرت عیسٰیؑ سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔ فتدبروا

---

[1] صفحہ ۲۹۹۔ [2] صفحہ ۱۱۷۔

باب چہارم

(مسئلہ کفر و اسلام از روئے الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

اس باب میں بعض ان الہامات کا ذکر کیا جائے گا جو حضرت مسیح موعودؑ پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہے اور جن میں آپ کے منکروں کو اللہ تعالیٰ نے کافر ٹھہرایا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ صفت احمد کا ظہور ہوا - واضح ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کو الہامات میں کئی دفعہ احمدؑ کے نام سے یاد کیا گیا جیسا کہ مندرجہ ذیل الہامات سے ظاہر ہے:-

یا احمد بارک اللہ فیک۔ بشریٰ لک یا احمدی۔ یا احمد۔ اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ انا ارسلنا احمد الی قومہ فاعرضوا وقالوا کذاب اشر۔ یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک۔ بورکت یا احمد۔ وغیرہ وغیرہ

ان تمام الہامات میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو احمدؑ کے نام سے پکارا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ بیعت لیتے وقت بھی یہ اقرار لیا کرتے تھے کہ آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ آپ نے اپنی جماعت کا نام بھی احمدی جماعت رکھا۔ پس یہ بات یقینی ہے کہ آپ احمدؑ تھے۔ اب معاملہ بالکل صاف ہے قرآن شریف سے سورۃ صف نکال کر دیکھ لو کہ احمدؑ کے نہ ماننے والوں کے لئے کیا فتویٰ ہے۔ وہاں صاف لکھا ہے کہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

یہ آیت حضرت مسیح موعودؑ پر الہام کی صورت میں بھی اُتر چکی ہے جس سے اس خیال کو اور بھی تقویت پہونچتی ہے۔

اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ ہم نعوذ باللہ نبی کریم صلعم کو احمد نہیں مانتے ایسا خیال ہرگز درست نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم احمدؐ تھے بلکہ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ آپ کے سوا حقیقۃً کوئی اور احمد نہیں ہے اور نہ کوئی احمدؐ ہو سکتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا آپ اپنی پہلی بعثت میں بھی احمدؐ تھے؟ نہیں بلکہ آپ اپنی پہلی بعثت میں محمدیت کی جلالی صفت میں ظاہر ہوئے تھے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ صف میں کسی ایسے رسول کی پیشگوئی کی گئی ہے جو بالفعل احمدؐ ہے پس ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی نبی کریمؐ کی پہلی بعثت کے متعلق نہیں بلکہ آپ کی دوسری بعثت یعنی مسیح موعودؑ کے متعلق ہے کیونکہ مسیح موعودؑ جمالی صفت کا مظہر یعنی احمدؐ ہے۔ اس حقیقت کو خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ[1] میں بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔"

پھر اس تحریر پر ایک حاشیہ لکھا ہے جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"چونکہ خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ یہ دونوں صفتیں آنحضرت صلے اللہ

---

[1] صفحہ ۲۱۔

علیہ وسلم کی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں اس لئے خدا تعالیٰ نے صفتِ جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ظاہر فرمایا اور صفتِ جمالی کو مسیح موعودؑ اور اس کے گروہ کے ذریعہ سے کمال تک پہونچایا۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم۔"

پھر اسی کتاب تحفہ گولڑویہ[1] میں دوسری جگہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلّی تھا یعنی یہ بعثتِ اوّل جلالی شان ظاہر کرنے کے لئے تھا مگر بعثتِ دوم جس کی طرف آیت کریمہ واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلّی اسمِ احمدؐ ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔"

اس حقیقت کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب اعجاز المسیح[2] میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور کھول کر بتایا ہے کہ نبی کریمؐ کے دو بعثت ہیں۔ بعثتِ اوّل میں اسمِ محمدؐ کی تجلّی تھی مگر بعثتِ دوم اسمِ احمدؐ کی تجلّی کے لئے ہے۔ ناظرین کو چاہیئے کہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں کیونکہ یہ کتاب معارف قرآنیہ کا ایک عظیم الشان خزانہ ہے۔

اس موقعہ پر ایک عجیب نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ نبی کریمؐ کی دونوں بعثتیں آپ کے دنیا میں آنے سے پہلے بتائی جا چکی تھیں۔ چنانچہ

---

[1] صفحہ ۱۵۶۔ [2] دیکھو اعجاز المسیح صفحہ ۱۰۰ تا ۱۲۴۔

موسیٰ علیہ السلام جو جلالی صفت میں ظاہر ہوئے تھے انہوں نے نبی کریمؐ کی پہلی بعثت یعنے محمدؐ کی پیشگوئی کی۔ لیکن چونکہ حضرت عیسےٰؑ کو جمال کا پہلو عطا کیا گیا تھا اس لئے انہوں نے نبی کریمؐ کی دوسری بعثت یعنی احمدؐ کی پیشگوئی کی۔ اس بات کو حضرت مسیح موعودؑ نے اعجاز المسیح[1] میں بیان کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"ثم من عجائب القرآن۔ انه ذکر اسم احمد حکایةً عن عیسٰی و ذکر اسم محمد حکایةً عن موسٰی۔ لیعلم القاریٔ ان النبیّ الجلالی اعنی موسٰی اختار اسما یشابه شانه اعنی محمد الذی ھو اسم الجلال۔ وکذٰلك اختار عیسٰی اسم احمد الذی ھو اسم الجمال بما کان نبیا جمالیا وما اعطی له شئٌ من القھر و القتال فحاصل الکلام ان کلا منھما اشار الی مثیله التام۔"

اس جگہ کوئی صاحب یہ دھوکا نہ کھا جائیں کہ شاید حضرت مسیح موعودؑ کا اس عبارت سے یہ مطلب ہو کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام نے نبی کریمؐ کی پہلی بعثت کے متعلق ہی دو مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے پیشگوئی کی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ:۔ "واشار عیسٰی بقوله کزرعٍ اخرج شطأه الی قوم اٰخرین منھم و امامھم المسیح۔ بل ذکر اسمه احمد بالتصریح۔" اور ان دونوں عربی حوالوں کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے عجائب میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس نے عیسےٰؑ کے منہ

---

[1] صفحہ ۱۲۲۔

سے تو آنے والے کی پیشگوئی احمدؐ کے نام سے ذکر کی ہے اور موسیٰؑ کے منہ سے محمدؐ نام سے ذکر کی ہے۔ کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے جو موسیٰؑ سے مشابہت رکھتا ہے اور احمد جمالی نام ہے جو عیسےٰ سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس دونوں نے اپنے اپنے کامل مثیل کی پیشگوئی کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عیسیٰ نے نرم کونپل کی مثال دیکر ایک بعد میں آنے والی جماعت اور ان کے امام مسیح کی خبر دی ہے بلکہ صراحت کے ساتھ اس کا نام احمدؐ بھی بیان کیا ہے۔

ان تمام حوالجات سے یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ سورۃ صف میں جس احمدؐ رسول کے متعلق عیسےٰ علیہ السلام نے پیشگوئی کی ہے وہ احمدؐ مسیح موعودؑ ہی ہے جس کی بعثت حسب وعدہ الٰہی واٰخرین منہم خود نبی کریمؐ کی بعثت ہے علاوہ اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اسی سورۃ صف میں لکھا ہے کہ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھہم۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ پیشگوئی مسیح موعودؑ کے متعلق ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ کے زمانہ میں منہ کی پھونکوں یعنی کفر کے فتووں وغیرہ سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ آپ کے مخالفوں نے آپ کے خلاف تلوار اٹھائی۔ لیکن مسیح موعودؑ یعنی احمد کا زمانہ تلوار کا زمانہ نہیں بلکہ یضع الحرب کا زمانہ ہے اس لئے مخالف تلوار تو نہیں اٹھا سکے مگر انہوں نے ناخنوں تک زور لگایا لیطفؤا نور اللہ بافواھہم لیکن ان کے مقابل پر بھی کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ وہ تھا کہ جس کے دم سے کافر مرتے تھے۔ فتدبروا!

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے الہام میں احمدؐ نام رکھا ہے اس لئے آپ کا منکر کافر ہے کیونکہ احمدؐ کے منکر کے لئے قرآن میں لکھا ہے کہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

پھر حقیقۃ الوحی[1] میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام درج ہے جو یہ ہے
کہ بشر الذین اٰمنوا انّ لهم قدم صدق عند ربّهم اس
الہام میں اللہ تعالےٰ نے صرف ان لوگوں کو مومن کہا ہے جو حضرت مسیح موعود
پر ایمان لے آئے ہیں۔ پھر اسی کتاب میں دوسری جگہ[2] یہ الہام لکھا ہے کہ
وما کان اللہ لیترکلک حتّٰی یمیز الخبیث من الطیّب
اس الہام میں دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے خبیث اور طیّب۔ اور وہ دو
گروہ مومنین اور منکرین کے ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود کا یہ بھی ایک الہام
ہے۔ انّ الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ردّ علیهم
رجل من فارس شکر اللہ سعیه۔

حضرت مسیح موعودؑ کا رُوحانی مقام

پھر یہ الہامات بھی قابل غور ہیں دنی فتدلّٰی فکان
قاب قوسین او ادنٰی۔ قل ان کنتم
تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ انت منّی بمنزلة
توحیدی وتفریدی۔ انت منّی بمنزلة عرشی۔ یاقمر
یاشمس انت منّی وانا منك۔ انت مرادی ومعی۔ شانك
عجیب واجرك قریب۔ انت منّی بمنزلة لایعلمها
الخلق۔ لولاك لما خلقت الافلاك۔ یعنی ہمارا یہ بندہ ہم سے
اس قدر قریب ہوا کہ گویا دو کمانوں کا ایک ہی چلہ بن گیا۔ تو لوگوں سے کہہ
دے کہ اگر تمہیں خدا سے محبت ہے تو آؤ میرے پیچھے ہو لو۔ پھر تم خدا کے
محبوب بن جاؤ گے۔ تو مجھے ایسا ہے جیسے کہ میری توحید و تفرید۔ تو مجھے
میرے عرش حکومت کی طرح ہے۔ اے چاند اور اے سورج تو نے مجھ

[1] صفحہ ۴۷۔ [2] صفحہ ۷۷۔

سے نور حاصل کیا اور اب تو میرے نور سے دُنیا کو روشن کر رہا ہے۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے تیری شان عجیب ہے اور تیرا اجر قریب ہے۔ تجھے میرے دربار میں وہ مقام حاصل ہے جسے دُنیا نہیں جانتی۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کے اس نئے دَور کے زمین و آسمان کو نہ بناتا۔ ان الہامات سے اس شخص کی شان کا پتہ لگتا ہے جس کے قلب پر ان کا نزول ہوا۔ کیا ایسے شخص کا انکار کرنے والا مومن کہلا سکتا ہے۔ اگر ایسے شخص کے انکار سے بھی ایمان قائم رہ جاوے تو مذہبی دنیا سے امان اٹھ جائے۔

پھر حضرت مسیح موعوؑد کا ایک الہام ہے ربّنا اننا سمعنا منادیًا ینادی للایمان وداعیًا الی اللّٰہ وسراجًا منیرا۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے مسیح موعوؑد پر ایمان لانیوالوں کا قول نقل کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس زمانہ میں مسیح موعوؑد ہی وہ انسان ہے جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے پس ثابت ہوا کہ وہ شخص جو مسیح موعود کی طرف نہیں آتا وہ ایمان سے محروم ہے۔ پھر حقیقۃ الوحی[1] میں حضرت صاحب کا یہ الہام درج ہے کہ قل جاءکم نور من اللّٰہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین یعنی تو لوگوں کو کہدے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے اب اگر تم اپنے دعوٰی ایمان میں سچے ہو تو کفر نہ کرو۔ اس الہام سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں مومن ہونے کا معیار حضرت مسیح موعوؑد پر ایمان لانے کو مقرر کیا ہے اور جو مسیح موعوؑد کا انکار کرتا ہے اس کا پہلا ایمان بھی قائم نہیں۔ پھر اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ایک یہ الہام درج ہے کہ لعلّک باخعٌ نفسک الّا یکونوا

[1] صفحہ ۸۰۔

مؤمنین ۔ یعنی کیا تو اس لئے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا کہ لوگ تجھے مان کر مومن کیوں نہیں بنتے ۔ اس الہام سے بھی صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک مسیح موعودؑ کو نہ مانے ۔ اور پھر اسی کتاب[1] میں حضرت صاحب کا یہ الہام بھی درج ہے کہ وجعلنا جھنّم للکافرین حصیرا ۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام تو غالباً سب نے سُنا ہو گا کہ یا عیسٰی انّی متوفّیک ورافعک الیّ و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ اس الہام کی تشریح میں حضرت مسیح موعودؑ نے الذین کفروا غیر احمدی مسلمانوں کو قرار دیا ہے فتدبروا ۔ پھر حضرت صاحب کا یہ الہام بھی چھپ چکا ہے کہ ؛ یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ۔ اس الہام میں تو صریح کافر کا لفظ موجود ہے ۔ پھر یہ الہام بھی حضرت مسیح موعود کو بہت دفعہ ہوا کہ ؛ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون یعنے اے مجرمو! تم بہت مدّت سے اسلام کو بدنام کر رہے ہو آج کے دن سے تم کو الگ کر دیا جاتا ہے ۔ پھر ایک اور الہام ہے جس میں انکار کی گنجائش باقی رہتی ہی نہیں اور وہ الہام یہ ہے قل یا ایھا الکفار انّی من الصّٰدقین[2] ۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جن کا قول یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کو ماننا جزو ایمان نہیں وہ دیکھیں کہ خدا حضرت مسیح موعودؑ کو یہ حکم دیتا ہے کہ تو اپنے منکروں سے کہدے کہ اے کافرو! میں صادقوں میں سے ہوں ۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ اس الہام میں مخاطب ہر ایک ایسا شخص ہے جو حضرت مسیح موعودؑ

---

[1] صفحہ ۸۲ ۔ [2] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۲ ۔

کو صادق نہیں سمجھتا کیونکہ فقرہ انّی من اللّٰہ قیین اس کی طرف صاف طور پر اشارہ کر رہا ہے۔ پس ثابت ہؤا کہ ہر ایک جو آپ کو صادق نہیں جانتا اور آپ کے دعاوی پر ایمان نہیں لاتا وہ خدا کی نظر میں کافر ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ الہام بھی قابلِ غور ہے کہ دقطع دابر القوم الذین لا یؤمنون۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو قوم لا یؤمنون کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پھر حقیقۃ الوحی[1] میں حضرت صاحب کا یہ الہام درج ہے کہ:۔

چو دَورِ خسروی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند

اس الہامی شعر میں اللہ تعالےٰ نے مسئلہ کفر و اسلام کو بڑی وضاحت کے ساتھ حل کر دیا ہے کیونکہ اس میں خدا نے غیر احمدیوں کو مسلمان بھی کہا ہے اور پھر ان کے اسلام کا انکار بھی کیا ہے۔ مسلمان تو اس لئے کہا ہے کہ وہ مسلمان کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور اسلام کی عرفی تعریف کے نیچے آتے ہیں مگر ان کے اسلام کا انکار اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اب خدا کے نزدیک حقیقۃً مسلمان نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان کو پھر نئے سرے سے مسلمان بنایا جاوے۔ پھر حضرت مسیح موعود کا ایک اور الہام ہے جو آپ کو اپنی وفات سے چند دن پہلے ہؤا اور وہ یہ ہے "دردمنت مومنو" اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کی نسبت پیشگوئی تھی ور بتایا گیا تھا کہ آپ جلد وفات پا جانے والے ہیں لیکن چونکہ آپ کی وفات نے آپ کے متبعین کو ایک صدمہ عظیم پہونچنا تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے انہیں پہلے سے ہی تسلی دیدی اور کہا کہ "دردمنت مومنو کو"

[1] صفحہ ۱۰۷۔

میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر غیر احمدی بھی مومن تھے تو پھر یہ الہام نعوذ باللہ بالکل لغو اور بے معنی تھا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے مخالف تو خوش ہوئے تھے ان کو ڈرنے کا کونسا موقعہ تھا پس اس جگہ مومن صرف حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو کہا گیا ہے۔ فتدبّروا

(مسئلہ کفر و اسلام از رُوئے احادیث)

اس باب میں بعض ان احادیث کا ذکر ہوگا جن سے حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کے ذریعہ دنیا میں کھویا ہوا ایمان پھر قائم ہوا۔

سو واضح ہو کہ جب قرآنی آیت و آخرین منهم اتری تو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ آخرین کون ہیں تو آپ نے سلمان فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھکر کہا کہ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من هؤلاء[1] یعنی اگر ایمان دنیا سے اُٹھکر ثریا پر بھی چلا گیا تو پھر بھی ایک فارسی الاصل شخص سے وہاں سے دنیا میں واپس لے آئے گا۔ اور اس کی جماعت آخرین کی جماعت ہوگی۔ یہ حدیث مسیح موعودؑ پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام

[1] صحیح بخاری کتاب تفسیر

کی صورت میں بھی نازل ہوئی ہے اور مسیح موعودؑ نے فارسی النسل انسان اپنے آپ کو ٹھہرایا ہے پس جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ حقیقت میں اس ایمان کے لینے سے انکار کرتا ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ دنیا میں آیا مگر آپ کے ایک عرصہ کے بعد پھر دنیا سے اٹھ گیا۔ کیونکہ حدیث مذکورہ بالا صاف طور پر بتا رہی ہے کہ ایک وقت آئیگا جب ایمان دنیا سے مفقود ہو جائے گا۔ پس اب حضرت مسیح موعودؑ کے منکر کو مومن کہنے کا یہ مطلب ہوگا کہ حدیث مذکورہ بالا جو حضرت مسیح موعودؑ پر الہام کی صورت پر بھی نازل ہوئی نعوذ باللہ غلط ہے اس لئے ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو ایمان سے محروم قرار دیں کیونکہ ایمان دنیا سے اٹھ گیا تھا۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ واپس آیا ہے۔ پس جو شخص مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اور آپ کے لائے ہوئے ایمان کو قبول نہیں کرتا اس کو مومن کہنا اسی شخص کا کام ہے جو یا تو حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کو غلط قرار دیتا ہے اور یا مسیح موعودؑ کو فارسی النسل انسان نہیں جانتا۔

امام وقت کے انکار پر مرنا جاہلیت کی موت ہے

پھر ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ یعنی جو شخص امام وقت کی شناخت کے بغیر مرجاتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ اس جگہ جاہلیت سے مراد کفر ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت اس زمانہ کا نام ہے جو نبی کریمؐ سے پہلے عرب پر گزرا اور وہ کفر کا زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جاہلیت کے معنی صراط مستقیم سے محروم رہنے کے کئے ہیں[1] پس یہ یقینی بات ہے کہ جو شخص امام وقت کو شناخت کرنے

[1] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۷۔

کے بغیر مرتا ہے وہ کفر پر مرتا ہے۔ اب دیکھو حضرت مسیح موعودؑ امام وقت تھے یا نہیں؟ اگر وہ وقت کے امام نہ تھے تو بیشک آپ کا انکار کفر نہیں لیکن اگر وہ امامِ وقت تھے اور ضرور تھے تو ان کا انکار یقیناً کفر ہے۔

پھر ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میری اُمت ایک وقت یہودی صفت ہو جائے گی اور بالکل ان کے قدم بقدم چلنے لگ جائیگی۔ اس حدیث میں اس طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک عیسٰیؑ پیدا ہوگا کیونکہ جب تک عیسٰیؑ پیدا نہ ہو مسلمانوں کی یہود سے مشابہت پوری نہیں ہوتی اب جبکہ وہ عیسٰیؑ موعود پیدا ہو گیا تو کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم اس کے منکروں کو یہود کے رنگ میں سمجھیں اور یہود جو کچھ ہیں اس کو سب لوگ جانتے ہی ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ چونکہ یہ عیسٰیؑ پہلے عیسٰیؑ سے اپنی شان میں بڑھکر ہے اس لئے اس زمانہ کے مُنکر بھی مسیح ناصری کے منکروں سے شقاوت میں بڑھ چڑھکر ہیں۔ پھر ایک حدیث یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:- عن عبد اللّٰہ بن عمرو تفترق امّتی علیٰ ثلث و سبعین امۃ کلّھم فی النّار الّا ملّۃ واحدۃ۔ وعن معاویۃ ثنتان و سبعون فی النّار و واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ[1]۔ یعنے میری اُمّت تہتّر فرقوں پر منقسم ہو جائے گی وہ سب فرقے دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ اور معاویہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ بہتّر فرقے دوزخ میں پڑیں گے اور ایک جنّت میں جائیگا، اور وہ جنّت میں جانے والا جماعت کا رنگ رکھیگا۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا ماننا جزو ایمان نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیوں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح۔

مسیح موعود کی جماعت جنت میں جائیگی اور مسیح موعودؑ کے منکر بقول نبی کریمؐ آگ میں پڑیں گے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ہر ایک وہ بات جس پر نجات کا مدار نہ ہے جزوِ ایمان ہوتی ہے کیونکہ نجات کا پہلا ذریعہ ایمان ہے پس اگر مسیح موعود پر ایمان لانا جزوِ ایمان نہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہے اور کیوں مسلمانوں کے بہتر فرقے آگ میں ڈالے جاویں گے؟

مسلمان کو کافر کہنا موجب کفر ہے۔

پھر حدیث میں آتا ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل مسلم اکفر رجلاً فان کان کافراً والا کان ھو الکافر[1] یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کہلانے والے نے کسی مسلمان کو کافر کہا پس اگر وہ کافر نہیں تو ایسا کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ اس حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ ایک سچّے مسلمان کو کافر قرار دینے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے۔ اب جن لوگوں نے مسیح موعودؑ پر کفر کا فتوٰی لگایا ہے ہم ان کو کس طرح مومن جان سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک وہ شخص جو مسیح موعودؑ کو سچا نہیں جانتا وہ آپ کو کافر قرار دیتا ہے کیونکہ اگر حضرت مسیح موعودؑ سچے نہیں تو نعوذ باللہ مفتری علی اللہ ہیں اور مفتری علی اللہ قرآن شریف کی رُو سے کافر ہوتا ہے پس اس حدیث سے پتہ لگا کہ نہ صرف وہ لوگ کافر ہیں جو صاف طور پر مسیح موعودؑ پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں بلکہ ہر ایک شخص جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ آپ کو مفتری اور کافر قرار دے کر بموجب حدیث صحیح خود کافر ہو جاتا ہے۔ فتدبروا

[1] ابوداؤد۔

پھر ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مسیح موعودؑ میری قبر میں دفن ہوگا جس کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ وہ مَیں ہی ہوں جو بروزی طور پر دنیا میں آؤنگا اور حدیث مذکورہ کے یہ معنی مَیں نے اپنی طرف سے نہیں کئے بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی یہی تشریح فرمائی ہے۔[1] اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریمؐ کا انکار کفر ہے تو مسیح موعودؑ کا انکار بھی کفر ہونا چاہیئے کیونکہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے الگ نہیں ہیں اور اگر مسیح موعودؑ کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریمؐ کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم کی روحانیت اقوٰی اور اکمل اور اشد ہے آپ کا انکار کفر نہ ہو۔

---

[1] ملاحظہ ہو کشتی نوح صفحہ ۱۵۔

باب ششم

(مسئلہ کفر و اسلام از روئے فتاوئی حضرت خلیفہ اوّلؓ)

اس باب میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کے فتاوئی در بارہ مسئلہ کفر و اسلام درج کئے جائیں گے۔

لا الہ الّا اللہ کا صحیح مفہوم

سو واضح ہو کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ اگر کوئی غیر احمدی مسلمان ہم سے یہ سوال کرے کہ ہماری بابت تمہارا کیا خیال ہے تو اسے کیا جواب دیا جاوے اس پر فرمایا:۔

"لا الہ الّا اللہ کے ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کے ماننے کا حکم آجاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی حکم ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جاوے۔ اب سارے ماموروں کو ماننا لا الہ الّا اللہ کے معنوں میں داخل ہے حضرت آدمؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت مسیحؑ ان سب کا ماننا اسی لا الہ الّا اللہ کے ماتحت ہے حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں ہے۔ قرآن مجید کا ماننا سیدنا حضرت محمد خاتم النبیین پر ایمان لانا۔ قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نیک مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعوٰی میں جھوٹے تھے یہ لوگ خود بڑے جھوٹے ہیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے ومن اظلم

ممن افترىٰ علی اللہ کذبًا او کذب بالحق لما جاءہ۔
دنیا میں سب سے بڑھکر ظالم دو ہی ہیں ایک وہ جو اللہ پر افترا کرے۔ دوم وہ جو حق کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا کہ مرزا نیک ہے مگر دعاوی میں جھوٹا گویا نور و ظلمت کو جمع کرنا ہے جو ناممکن ہے۔[1]

مدعی ماموریت اگر جھوٹا ہے تو کافر ہے اور اگر سچا ہے تو اس کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا

پھر ایک دفعہ اور ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہؤا کہ بعض غیر احمدی یہ لکھدینے کو تیار ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان مانتے ہیں۔ فرمایا:۔

> پھر وہ مرزا صاحب کے دعویٰ اور الہام کے متعلق کیا کہیں گے۔ مدعی وحی و الہام کے معاملہ میں دو گروہ ہی ہو سکتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افترىٰ علی اللہ کذبًا او کذب بالحق لما جاءہ الیس فی جہنم مثوی للکافرین اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو خدا پر افترا کرے اسے خدا کی طرف سے الہام نہ ہؤا ہو اور کہے کہ مجھے ہؤا ہے۔ ایسا ہی اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اس حق کی تکذیب کرے۔ یا تو مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے تھے تو ماننا چاہیئے یا جھوٹے تھے ان کا انکار کرنا چاہیئے اگر مرزا صاحب مسلمان تھے تو انہوں نے سچ بولا اور وہ فی الواقعہ مامور تھے اور اگر ان کا دعویٰ جھوٹا ہے تو پھر مسلمانی کیسی؟"[2]

پھر ایک دفعہ آپ نے بدر میں ایک اعلان چھپوایا کہ "میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا

---

[1] دیکھو بدر نمبر ۹ جلد ۱۰ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء [2] دیکھو بدر نمبر ۲۴ جلد ۱۰ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۱ء

اور یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے"[1]

پھر ایک اور جگہ کسی کے خط کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حدیث شریف میں آیا ہے من قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باء بہ احدھما۔ ہم یقیناً اللہ تعالےٰ کو وحدہٗ لا شریک مانتے ہیں۔ ملائکہ۔ انبیاء و رسل۔ کتاب اللہ پر ایمان ہے نمازیں پڑھتے ہیں زکوٰتیں دیتے حج کرتے روزہ رکھتے ہیں اور یہ ہمارا ایمان ہے پھر جو ہمیں کافر کہتا ہے اور کافر سے بدتر ہم سے معاملہ کرتا ہے وہ اس حدیث کے ماتحت اپنے آپ کو کیا فتویٰ دیتا ہے۔ ہم فتویٰ نہیں دیتے۔ قرآن کریم نے دو شخصوں کو بڑا ظالم ٹھہرایا ہے ایک وہ جو اللہ تعالےٰ پر افترا باندھے دوسرا وہ جو راستباز اور اس کی حق تعلیم کا انکار کرے۔ قرآن مجید میں ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ اب ظالم تر یا مرزا ہے یا یہ مکفرین۔ مرزا کو تو ہم مفتری نہیں مان سکتے اب ان کو کیا کہیں۔ یہ مضمون کسی قدر مفصل لکھنے کے قابل ہے اور بیماری اجازت نہیں دیتی۔ اگر مفید نہ ہوا تو انشاء اللہ تعالےٰ مکرر عرض کرونگا۔ نور الدین۔ ۱۷۔ جولائی ۱۹۱۱ء"[2]

پھر ایک دفعہ ایک غیر احمدی کا خط پیش ہوا کہ مجھے آپ کے میموریل جبہ کے ساتھ اتفاق ہے مگر میں اپنے خیال کے مطابق کسی مسیح کی آمد کا منتظر نہیں ہوں اور نہ کسی کی ضرورت ہے اور نہ خلیفۃ المسیح کی ضرورت ہے البتہ نیکو کار خدا پرست رہبروں کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے۔ اور مرزا صاحب مرحوم اور

---

[1] بدر مورخہ ۴۔ مئی ۱۹۱۱ء۔ [2] بدر مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۱ء۔

جناب کی مثال جتنے بزرگ دنیا میں پیدا ہوں کم ہیں۔ فرمایا :۔
یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے فقرات بولنے والے لوگ کیا مطلب اپنے الفاظ کا رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ مَیں مسیح ہوں مہدی ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ برابر اپنے الہام سناتے رہے۔ اب یا تو ایسا شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے مسیح مان لیا جاوے اور یا وہ خدا پر افترا کرتا ہے اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مفتری سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں۔ راہیں تو دو ہی ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ تیسری راہ کہاں سے لوگوں نے فرض کر لی ہے۔"[1]

پھر :۔ " ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں ؟ فرمایا اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔"[2]

پھر ایک دفعہ " ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں فرمایا میرے نزدیک مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے حکموں کو مانے ایک شخص اگر مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو مدعی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ جھوٹا ہے تب تو اس سے بڑھکر کوئی شریر نہیں اور اگر وہ سچا ہے تو اس کو نہ ماننے والا خدا تعالےٰ سے جنگ کرتا ہے۔"[3]

پھر کلام الامام مندرجہ الحکم میں حضرت مولوی صاحب خلیفہ اولؓ کے الفاظ میں یوں لکھا ہے کہ :۔

---

[1] دیکھو بدر نمبر ۴۴ و ۴۵ جلد ۱۰ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء [2] بدر مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء

[3] دیکھو بدر نمبر ۱۵ جلد ۴ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء۔

"ایک غیر احمدی مولوی نے ہماری دعوت کی۔ غلام محمد امرتسری بھی ہمارے ساتھ تھے وہ میزبان خود تو پنکھا جھلنے کھڑا ہو گیا اور دوسرے مولوی کو پہلے ہی ہم سے بحث کرنے کو لا کر ہمارے پاس بٹھا دیا تھا۔ بہت سی باتیں نرمی و محبت کی کرتا رہا کہ ہم تو عیسےٰ کو مرا ہوا مانتے ہیں اور مرزا صاحب کو بڑا راستباز جانتے ہیں اور بھی سب باتوں کو مانتے ہیں گویا آپ کے مرید ہی ہیں۔ مولوی صاحب! ذرا یہ چھوٹا سا مسئلہ بتائیے کہ جو مرزا صاحب کو نہ مانے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ایک طرف موسیٰ علیہ السّلام دوسری طرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر ایک طرف موسوی المسیح ہے دوسری طرف محمدی مسیح۔ موسیٰ علیہ السلام کے منکروں کو کیا سمجھنا چاہیئے اسے آپ جانتے ہی ہیں پھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر کو کیا سمجھنا چاہیئے یہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ اسی طرح موسوی المسیح کے منکر کو بھی جو کچھ سمجھتے ہیں وہ معلوم ہے۔ اس کے مقابلہ پر محمدی مسیح کے منکر کو کیا سمجھیں۔ یہ آپ خود ہی تجویز فرما سکتے ہیں۔ یہ سُن کر وہ اپنے لڑکے سے کہنے لگا جلدی سے کھانا لا۔ ان سے بحث کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے"۱؎

پھر ایک اور موقعہ پر حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ:۔

"اگر مرزا صاحب کو نعوذ باللہ مامور و مرسل ماننے سے تم ہم کو کافر بناتے ہو تو تم خود سوچ لو۔ ایک مامور مرسل کے انکار سے تم کیا بن سکتے ہو۔ کفر تو نہ ماننے کا نام ہے ماننے والے تو مومن ہی کہلاتے ہیں"۲؎

۱؎ حکم مورخہ ۲۸-جون ۱۹۰۵ء۔ ۲؎ دیکھیے حکم نمبر ۲۷ و ۲۶ جلد ۱۶ مورخہ ۲۱، ۲۸ جولائی ۱۹۱۲ء

پھر لاہور احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں کھڑے ہو کر حضرت خلیفۂ اوّل ؓ نے جو تقریر فرمائی وہ بھی مسئلہ کفر و اسلام کو بالکل صاف کر دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا

"دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ اکفار کا مسئلہ ہے۔ اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہیئے؟ اس مسئلہ کے متعلق تم آپس میں جھگڑتے ہو۔ ہمارے بادشاہ ہمارے آقا مرزا صاحب نے اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے مگر تم پھر بھی جھگڑتے ہو۔۔۔۔ انبیاء کی ضرورت اور ان پر ایمان کے متعلق قرآن مجید نے کھول کر بیان کیا ہے۔۔۔ پس یہ کیسی صاف راہ ہے۔ ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں جب کوئی نبی آیا اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دِقت باقی رہ جاتی ہے؟ ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالےٰ نے کفر ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے ان کے وقت میں دُو ہی قومیں تھیں۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے کیا ان کے متعلق کوئی شُبہ تھیں پیدا ہوا؟ اور کوئی سوال اٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں جو اَب تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو کیا کہیں۔۔۔۔ غرض کفر و ایمان کے اصول تم کو بتا دیئے گئے ہیں۔ حضرت صاحب خدا کے مرسل ہیں اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنیوالے کا نام نبی اللہ رکھا ہے پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔ اب ان کے ماننے اور انکار کا مسئلہ صاف ہے۔ عربی بولی میں کفر انکار ہی کو کہتے ہیں۔ ایک شخص اسلام

کو مانتا ہے۔ اس حصہ میں اس کو اپنا قریبی سمجھ لو جس طرح پر یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو اسی طرح یہ مرزا صاحب کا انکار کرنے کے ہمارے قریبی ہو سکتے ہیں ہے۔[1]

پیغام ۲۱ فضل میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رض کا ایک خطبہ چھپا ہے وہ بھی مسئلہ کفر کو بالکل صاف کر دیتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"منکر دس امور کفر کے ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک کا بھی معتقد ہو تو کافر ہو سکتا ہے کجا ۹۹۔ مثلاً کوئی کہے اللہ کا ماننا لغو ہے یا یہ کہ رسولوں کا اعتقاد بیہودہ ہے تو کیا آپ کو اس کے کفر میں تردد ہو گیا۔ اسرائیلی مسیح کے وقت مسیح کے منکر یہود اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے توریت پر ان کا ایمان تھا سب رسولوں کو مانتے تھے سوائے حضرت مسیح کے۔ کیا وہ کافر تھے یا نہ تھے؟ ہمارے پاک سردار سید و مولا خاتم الرسل خاتم الانبیاء شفیع یوم الجزاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود اور نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کتابوں فرشتوں کو مانتے ہیں کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں! اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں اگر اسرائیلی مسیح موسٰے کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر کافر ہو۔ اگر وہ مسیح ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں یہ محمدی مسیح اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] دیکھو بدر نمبر ۱ جلد ۱۲ مورخہ ۴۔ جولائی ۱۹۱۲ء۔

جانشین اور اس کا غلام ہے۔[1]

تشریعی اور غیر تشریعی نبی کا انکار ہر دو کفر ہیں

پھر حضرت خلیفۂ اوّلؓ کا ایک خط ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں چھپ چکا ہے ان میں آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"میاں صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ آپ کے سوالات پر خاکسار کو تعجب آتا رہا مجھے معلوم نہیں کہ آپ مقلّد ہیں یا غیر مقلّد ہیں پھر آپ کی استعداد کس قدر ہے جوابات کے لئے مخاطب کی حالت اگر معلوم ہو تو مجیب کو بہت آرام ملتا ہے بہر حال گذارش ہے۔ آپ کفر دون کفر کے قائل معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آپ نے کفر کے مساوات کا تذکرہ خط میں بہت فرمایا ہے۔ میاں صاحب! رسولوں میں تفاضل تو ضرور ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تلك الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض جب رسل میں مساوات نہ رہی تو ان کے انکار کی ساوات بھی آپ کے طرز پر نہ ہوگی تو آپ ایسا خیال فرمالیں کہ موسےٰ علیہ السّلام کے مسیح کا منکر جس فتوے کا مستحق ہے اس سے بڑھ کر خاتم الانبیاء کے مسیح کا منکر ہے صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین۔ میاں صاحب! اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان کا قول ہوتا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ اور آپ نے بلا وجہ یہ تفرقہ نکالا کہ صاحب شریعت کا منکر کافر ہو سکتا ہے اور غیر صاحب

---

[1] الفضل مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۱۴ء۔

شرع کا منکر کافر نہیں مجھے اس تفرقہ کی وجہ معلوم نہیں ہوئی نیز عرض ہے خلفاء کے منکر پر بھی کفر کا فتویٰ قرآن مجید میں موجود ہے۔ آیت خلافت جو سورۃ نور میں ہے اس میں ارشاد الٰہی ہے ومن کفر بعد ذٰلك فاُولٰئك هم الفسقون اور فاسق کو اللہ تعالےٰ نے مومن کے مقابلہ پر رکھا ہے۔ ارشاد ہے افمن کان مومناً کمن کان فاسقاً بلکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کنندے کو قرآن کریم نے کافر فرمایا ہے پارہ چھ میں ہے یفرّقون بین اللّٰہ و رسلہ پھر فرمایا اولئك هم الکافرون حقاً پارہ چھ رکوع اوّل۔ یہاں تفرقہ بین اللہ وبین الرسل صحیح کفر کا باعث قرار دیا ہے۔ جن دلائل و وجوہ سے ہم لوگ قرآن کریم کو مانتے ہیں انہیں دلائل و وجوہ سے ہمیں مسیح کو ماننا پڑا ہے اگر دلائل کا انکار کریں تو اسلام ہی جاتا ہے۔ آپ اس آیت پر غور فرمادیں واذا قیل لهم امنوا بما انزل اللّٰہ قالوا نؤمن بما انزل الینا ویکفرون بما وراءہ وهو الحق مصدقاً لما معهم۔ دلائل کی مساوات پر مدلول کی مساوات کیوں نہیں مانی جاتی کیا آپ کے نزدیک مسلم رسل جو صاحب شریعت نہیں انکا انکار بھی کفر نہیں؟ میرے خیال میں میں اور اکثر عقلمند مرزائی یہ نہیں ملتے کہ تمام مساوی ہیں۔ کفر دُون کفر کے قائل ہیں۔ والسلام نورالدین ۵ جولائی ۱۹۱۰ء[1]

---

[1] دیکھو بدر ۱۸ جولائی ۱۹۱۰ء

باب ہفتم

(مسئلہ کفر واسلام کے متعلق بعض اصولی اعتراضوں کا جواب)

اس باب میں ان اعتراضوں کا مختصرًا جواب دیا جاویگا جو منکرینِ خلافت کی طرف سے مسئلہ کفر واسلام کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی سابقہ تحریروں میں غیر احمدیوں کے کفر سے انکار کی وجہ

پہلا اعتراض جو یہ لوگ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ میرا انکار کر کے کوئی شخص کافر نہیں ہوجاتا مثلاً یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تریاق القلوب[1] میں لکھا ہے:۔ "میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوٰی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہوسکتا۔ ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور مَیں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صواب سے دُور سمجھتا ہوں جو اِن سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ ... لیکن مَیں کسی کلمہ گو کا کافر نام نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔"

سو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ایک وقت حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا لکھا کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہامًا اس عقیدہ سے بدل دیا جیسا کہ آپ عبدالحکیم خاں کو

[1] صفحہ ۱۳۰۔

لکھتے ہیں کہ:۔

"بہر حال جبکہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے اور اس نے مجھ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں"۔

دوسرے یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ یہ تو ہمیشہ ہی لکھتے آئے ہیں کہ بموجب حدیث صحیحہ مجھے کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کون کافر کہتا ہے قرآن کریم میں آیا ہے کہ فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبًا او کذّب بآیٰتہٖ یعنی دو شخص سب سے بڑھکر کافر ہیں ایک وہ جو خدا پر افترٰی کرتا ہے دوسرے وہ جو خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے پس اس لئے ہر ایک وہ شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا آپ کو کافر قرار دیتا ہے اس لئے خود کافر ہو جاتا ہے اور یہی ہمیشہ سے حضرت صاحب کا عقیدہ ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ اوائل زمانے میں اپنے منکروں کو صرف اپنے انکار کی وجہ سے کافر نہیں کہتے تھے لیکن ان کو اپنی تکفیر کی وجہ سے ضرور کافر قرار دیتے تھے اور یہ یاد رہے کہ آپ کے خیال میں تکفیر کرنے والا ہر ایک وہ شخص ہے جو آپ کو نہ مانے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا کے نزدیک کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے ایک ہی قسم کے انسان ہیں کیونکہ جو مجھے نہیں مانتا وہ

مجھے مفتری علی اللہ قرار دیکر میری تکفیر کرتا ہے"۔[1]

یہ تو وہ عقیدہ ہے جو حضرت صاحب کا شروع سے لیکر آخر تک رہا لیکن آپ کا دوسرا عقیدہ کہ میرے انکار کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا اللہ تعالیٰ کے الہام نے بدل دیا جیسا کہ آپ نے عبدالحکیم خان کے جواب میں تصریح فرمائی ہے اور اس تبدیلی عقیدہ کی یہ وجہ تھی کہ آپ اوائل میں اپنی نبوت کو محض جزدی نبوت سمجھتے رہے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے آپ کے اس خیال کو بدل دیا اور آپ کو اس بات پر مجبور کیا کہ آپ اپنے آپ کو رسول اور نبی کے طور پر پیش کریں جس کے انکار سے انسان بموجب آیت اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا کافر ہوجاتا ہے۔ فتدبروا

ایک ظاہری کلمہ گو بھی کفر کی وجہ پیدا ہونے سے کافر ہو سکتا ہے

دوسرا یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایک کلمہ گو کس طرح کافر ہو سکتا ہے اور غیر احمدی مسلمان تمام کلمہ گو ہیں پس وہ مسیح موعودؑ کے انکار سے کس طرح کافر ہو جائینگے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے ہاں جس کے اندر خود کوئی کفر کی وجہ پیدا ہو جائے اسے کس طرح مومن جان سکتے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ اگر ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کو کافر کہکر خود کافر ہو جاتا ہے تو کیوں وہ کفر کی کسی اور وجہ کے پیدا ہو جانے سے کافر نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر دیکھو زید اور بکر دو کلمہ گو مسلمان ہیں ان میں سے زید بغیر کسی شرعی وجہ کے بکر کو کافر کہتا ہے تو زید بموجب فتویٰ حضرت نبی کریمؐ باوجود کلمہ گو ہونے کے کافر ہو جائے گا پس جب زید کو اس کا کلمہ گو ہونا کافر ہو جانے سے بچا نہیں سکتا تو پھر یہ کہنا کہ ایک کلمہ گو کسی صورت میں بھی کافر نہیں ہو سکتا

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳۔

ایک بیہودہ اور بے معنی بات ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ کلمہ یعنی لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایک اصول کے طور پر ہے جس میں گو صراحۃً صرف آنحضرت صلعم کا نام رکھا گیا ہے مگر حقیقۃً اس میں باقی تمام رسول بھی شامل ہیں۔ محمد رسول اللہ کا نام اس واسطے کلمہ میں رکھا گیا ہے کہ وہ تمام رسولوں کے سرتاج ہیں پس وہ جو آپ کے کسی ماتحت افسر کا انکار کرتا ہے وہ حقیقت میں آپ کا انکار کرتا ہے اس لئے باوجود زبانی دعویٰ کرنے کے اس کے لئے یہی کہا جائے گا کہ وہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتا۔ حدیث میں آتا ہے من قال لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ دخل الجنّۃ یعنے جس شخص نے یہ کہدیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنّت میں جائے گا۔ اب اس فقرہ کے ظاہری معنی لئے جاویں تو نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ نبی کریمؐ پر ایمان لانا بھی ضروری نہیں ہے صرف اللہ کو ایک ماننا نجات کے لئے کافی ہے حالانکہ یہ قرآن کی صریح تعلیم کے خلاف ہے اس لئے تمام علمائے امّت نے لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ میں محمد رسول اللّٰہ کو داخل سمجھا ہے پس جب لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ میں محمد رسول اللّٰہ کا مفہوم شامل ہو سکتا ہے تو کیوں محمد رسول اللہ میں باقی سارے رسولوں کا مفہوم شامل نہیں ہو سکتا۔ یہ مضمون کسی قدر لمبا بیان چاہتا ہے مگر بخوفِ طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود خادمِ اسلام ہیں آپ پر ایمان لانا ضروری ہے

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو صرف بطور اسلام کے ایک خادم کے آئے تھے اور ان کا کام صرف نبی کریمؐ کا منوانا تھا اس لئے مرزا صاحب کی ذات پر ایمان لانا ضروری نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی کریم صلعم کو

منوانے آئے تھے مگر یہ بھی تو درست ہے کہ نبی کریمؐ خدا کو منوانے آئے تھے اب چلو نبی کریمؐ کے ماننے سے بھی چھٹی ہوئی صرف خدا کو ماننا کافی ہے۔ افسوس ہمارے معترض اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جس طرح نبی کریمؐ نے خدا کو منوانے کے لئے اپنے آپ کو منوایا اور اس بات کو ضروری قرار دیا کہ آپ پر ایمان لایا جاوے یہی حال مسیح موعودؑ کا ہے آپ بے شک نبی کریمؐ کو منوانے کے لئے مبعوث کئے گئے مگر ساتھ ہی خود آپ پر ایمان لانا بھی ضروری ہو گیا۔ کیا معترض کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب نبی کریمؐ خدا کو منوانے آئے تھے تو پھر خود آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر خدا کو ماننے کے لئے نبی کریمؐ کا ماننا ضروری ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں نبی کریمؐ کو ماننے کے لئے مسیح موعودؑ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور اگر ہمارے مخالف یہ کہیں کہ کیا نبی کریمؐ کو بغیر اتباع مسیح موعودؑ نہیں مانا جا سکتا کیونکہ آخر اتنے لوگ آپ کو پہلے مانتے ہی تھے تو ہم کہیں گے کہ کیا خدا کو بغیر اتباع نبی کریمؐ نہیں مانا جا سکتا آخر اتنے لوگ پہلے مانتے ہی تھے۔ اور اگر یہ کہو کہ بغیر ماننے نبی کریمؐ کے خدا پر ایمان کامل نہیں ہو سکتا تو ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح بغیر مسیح موعودؑ کو ماننے کے اس زمانہ میں نبی کریمؐ پر بھی ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ غرض ایسی حجتیں نکالنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث کے محاورات سے بالکل بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسل کے کیا معنے ہیں۔ اور پھر ہمارے مخالف اس بات پر بھی تو غور کریں کہ اگر مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ضروری نہیں تو کیوں نبی کریمؐ نے اس پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا اور اپنی امت کو اس کے متعلق وصیت فرمائی اور اس کے نہ ماننے والوں کو غیر ناجی

قرار دیا۔

چوتھا اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ صرف تشریعی نبی کا انکار کفر ہوتا ہے	تشریعی اور غیر تشریعی نبی ہردو کا انکار کفر ہے مگر واسطہ کا فرق ہے

غیر تشریعی نبی کا انکار کفر نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کا ثبوت پیش کیا جاوے کہ غیر تشریعی نبی کا انکار کفر نہیں ہوتا قرآن کریم میں تو یہ آتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ و یقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقًّا واعتدنا للکافرین عذابًا مھینا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے مطلق طور پر رسل کا لفظ رکھا ہے جس میں ہر ایک قسم کے رسول شامل ہیں کوئی خصوصیت نہیں۔ خواہ کوئی رسول تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ ہندوستان میں آوے یا کسی اور ملک میں۔ ہر رسول کا انکار کفر ہو جاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے تریاق القلوب میں کیوں لکھا ہے کہ صرف تشریعی نبی کا منکر کافر ہوتا ہے کسی اور کا نہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہم بہرحال دونوں کو سچا جانتے ہیں۔ قرآن تو خود ذاتِ باری تعالےٰ کا کلام ہے اور مسیح موعودؑ کا قول بھی اس شخص کا قول ہے جو خدا کا مرسل و مامور ہے اور نبی کریمؐ نے اسے حکم و عدل کے نام سے پکارا ہے۔ پس ہم کو چاہیئے کہ ہردو اقوال کو تطبیق دینے کی کوشش کریں کیونکہ ہمارے لئے دونوں واجب القبول ہیں۔ اب اگر ہم غور کریں تو بات مشکل نہیں رہتی بلکہ بہت جلد حل ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح

کہ چونکہ صاحب شریعت نبی اپنے ساتھ شرعی احکام لاتا ہے اس لئے اس کا انکار براہِ راست انسان کو کافر بنا دیتا ہے مگر غیر تشریعی نبی کے معاملہ میں یہ صورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے ساتھ کوئی نئے شرعی احکام نہیں لاتا اس لئے اس کا انکار براہِ راست انسان کو کافر نہیں بناتا بلکہ چونکہ ایسے نبی کا انکار حقیقت میں اس نبی کا انکار ہوتا ہے جس کی شریعت پر وہ لوگوں کو قائم کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے اس لئے اس کے منکروں پر کفر کا فتویٰ اسی واسطہ سے عائد ہوتا ہے یعنی غیر تشریعی نبی کا انکار انسان کو بلا واسطہ کافر نہیں بناتا بلکہ بالواسطہ کافر بناتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ حقیقت میں خود محمد رسول اللہ کو نہیں مانتا جن کے خداداد مشن کی تکمیل کے لئے میں مبعوث کیا گیا ہوں پس مسیح موعودؑ نے بھی سچ لکھا ہے کہ صرف تشریعی نبی کا انکار کفر ہے اور قرآن کریم بھی سچ کہتا ہے کہ ہر ایک نبی کا انکار کفر ہے۔ مسیح موعودؑ کا کلام تو اس طرح سچا ہے کہ وہ جس کے انکار سے بلا واسطہ انسان کافر ہو جاتا ہے وہ صرف تشریعی نبی ہی ہے کیونکہ احکام صرف ایسے نبی کو ہی ملتے ہیں۔ اور قرآن کریم کا فرمان اس طرح سچ ہے کہ غیر تشریعی نبی کا انکار خواہ بالواسطہ کفر ہو مگر آخر ہے تو کفر ہی۔ پس اس لحاظ سے کہ نتیجہ ہر ایک نبی کے انکار کا خواہ وہ صاحب شریعت ہو یا غیر صاحب شریعت کفر ہی ہوتا ہے قرآن کریم کا فتویٰ بھی حق ہوا پس ثابت ہوا کہ مسیح موعودؑ کا منکر کافر تو ضرور ہے مگر ہاں اس پر کفر کا فتویٰ مسیح موعودؑ کی طرف سے نہیں لگایا جائیگا بلکہ خود دربارِ محمدی سے یہ فرمان جاری ہوگا کیونکہ مسیح موعودؑ اپنی ذات میں مستقل حیثیت نہیں رکھتا بلکہ محمد رسول اللہ کا ظل اور بروز ہونے کی

وجہ سے قائم ہے۔ فتدبروا

اگر حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ضروری ہے تو ان کا کلمہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔

پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر نبی کریمؐ کے بعد حضرت مرزا صاحب بھی ایسے نبی ہیں کہ ان کا ماننا ضروری ہے تو پھر حضرت مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان کسی حق کا انکار کرتا ہے تو اس کی عقل ماری جاتی ہے اور وہ ایسی بہکی باتیں کرتا ہے کہ ایک بچہ بھی انہیں سُنکر ہنسے۔ اب یہ کیسی نادانی کی بات ہے کہ اگر مرزا صاحب کا ماننا ضروری ہے تو ان کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے۔ غالبًا معترض کا یہ خیال ہے کہ کلمہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اس غرض سے رکھا گیا ہے کہ وہ آخری نبی ہیں تبھی تو وہ یہ اعتراض کرتا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ کے بعد کوئی اور نبی بھی ہے تو اس کا کلمہ پڑھو افسوس معترض نے اتنا نہیں سوچا کہ محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں تو اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود بخود اس کے اندر آجاتے ہیں۔ ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے ہاں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے ایک فرق ضرور پیدا ہوگیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء شامل تھے مگر مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہوگئی ہے لہذا مسیح موعودؑ کے آنے سے نعوذ باللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ باطل نہیں ہوتا بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے۔ غرض اب بھی اسلام میں داخل

ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعودؑ کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔

علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ کے ظل اور بروز ہونے کی وجہ سے آپ سے الگ نہیں ہیں جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ صار وجودی وجودہ نیز فرماتے ہیں من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رأی اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت اٰخرین منھم سے ظاہر ہے پس جب بروزی رنگ میں مسیح موعودؑ خود محمد رسول اللہ ہی ہیں جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے تو ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا پھر یہ سوال اٹھ سکتا تھا۔ فتدبروا

لا نفرق بین احد من رسلہ میں اگلے پچھلے سب رسول شامل ہیں

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے لفظ رسل کے مفہوم میں صرف وہی رسول شامل ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کا ثبوت یہ دیا جاتا ہے کہ سورۃ بقرۃ کے پہلے رکوع میں متقی کی شان میں آتا ہے والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف نبی کریمؐ اور آپ کے پہلے انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے کسی بعد میں آنیوالے پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں تو رسولوں کا ذکر نہیں بلکہ الہام الٰہی اور کتب کا ذکر ہے جیسے ما انزل الیك و ما انزل من قبلك سے ظاہر ہے اب چونکہ نبی کریمؐ کے بعد کوئی نئی وحی شریعت نہیں اس لئے آپ کے بعد کے زمانہ کا ذکر ضروری نہ تھا۔ اسی وجہ سے اسے چھوڑا گیا۔ ہاں چونکہ ہمارے لئے ما انزل الیك و ما انزل من قبلك پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ دیکھیں کہ ما انزل الیك اور ما انزل من قبلك میں کیا تعلیم دی گئی ہے۔ اب ما انزل الیك یعنی قرآن میں ہم لکھا دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو سارے نبیوں کو ماننا ضروری نہیں سمجھتے اور بعض کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں وہ کافر ہیں پس یہی فتویٰ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں پر چسپاں ہوگا۔ دوسرے معترض کو اتنا تو غور کرنا چاہیئے تھا کہ قرآن کریمؐ کی آیت لا نفرق بین احد من رسله ایک اصول کے رنگ پر ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کے منہ سے یہ کلمہ نکلتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ میں نبی کریمؐ اور آپ سے پہلے گذرے ہوئے تمام انبیاء کو مانتا ہوں لیکن اس زمانہ میں چونکہ لفظ رسل کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی ہو چکی ہے اس لئے لا نفرق بین احد من رسله حقیقی طور پر صرف اس شخص کا قول ہو سکتا ہے جو اس میں مسیح موعودؑ کو بھی شامل سمجھے۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے رسل کے مفہوم میں محمد رسول اللہ صلعم عیسےٰ یحییٰ زکریا سلیمان داؤد موسیٰ یوسف یعقوب اسحٰق اسمٰعیل ابراہیم نوح علیہم السلام شامل تھے مگر حضرت مسیح موعودؑ شامل نہ تھے لیکن جب حضرت مسیح موعودؑ دنیا میں آگئے اور ایک رسول کی حیثیت میں

لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ بھی اس فہرست میں شامل ہو گئے۔
اگر آیت کریمہ میں لفظ رسل کے مفہوم میں صرف آنحضرتؐ اور آپ سے پہلے گذرے ہوئے رسول شامل تھے تو قرآن کریم اس آیت کو کبھی اصول کے رنگ میں پیش نہ کرتا مگر اس نے تو اسے ایک اصول ٹھہرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مومن وہی ہوتا ہے جس کا یہ قول ہو کہ میں سب رسولوں کو مانتا ہوں تو پھر یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ مسیح موعودؑ کو لفظ رسل میں شامل نہ کیا جاوے اگر مسیح موعود خدا کا رسول ہے تو ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

پھر شاید معترض کی اس طرف نظر نہیں گئی کہ وما انزل من قبلك کے آگے وبالاخرة هم یوقنون بھی لکھا ہؤا ہے۔ یہاں یوم الاخرۃ کا لفظ تو نہیں ہے کہ ہم ضرور جزاء وسزا کے دن کے معنی کریں بلکہ اس سے نبی کریمؐ کے بعد نازل ہونے والا الہام مراد ہے کیونکہ اس سے پہلے الہامات کا ہی ذکر ہے پس ہم کہتے ہیں کہ آخرت سے مسیح موعودؑ کا الہام مراد ہے اور یہ معنی میں نے اپنے پاس سے نہیں کئے بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے آخرت سے اپنی وحی مراد لی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو حضرت مولوی شیر علی صاحب کی شہادت جو حاشیہ پر درج ہے اور حضرت خلیفۂ اوّلؓ نے بھی جو پہلا پارہ با ترجمہ چھپوایا تھا

حاشیہ

آخرت کے معنی کے متعلق ایک ضروری شہادت

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی زندگی میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن حسب معمول نماز کے لئے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج میرے دل میں یہ خیال پیدا ہؤا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلے وحی پر ایمان لانے کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ ہماری وحی پر ایمان لانیکا ذکر کیوں نہیں۔ اسی امر

اس میں آخرت سے مراد مسیح موعودؑ کا الہام لیا ہے۔ غرض معترض خواہ ہزار سر پیٹے اب مسیح موعودؑ کے ماننے کے بغیر تو نجات نہیں ہو سکتی کیونکہ اس زمانہ میں خدائی مشیت اسی کی بعثت سے وابستہ ہے اور وہ آسمانی نوروں میں سے آخری نور ہے اور اس کے بغیر سب تاریکی ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۱

پر توجہ کر رہا تھا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکایک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیت کریمہ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون۔ میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے۔ ما انزل الیک سے قرآن شریف کی وحی اور ما انزل من قبلک سے انبیاء سابقین کی وحی اور آخرۃ سے مراد مسیح موعودؑ کی وحی ہے۔ آخرۃ کے معنے ہیں پیچھے آنیوالی۔ وہ پیچھے آنیوالی چیز کیا ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنیوالی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہو گی۔ کیونکہ اس سے پہلے وحیوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ دوسری وہ جو آنحضرت صلعم سے قبل نازل ہوئی اور تیسری وہ جو آپ کے بعد آنیوالی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بہت دیر تک اسی مضمون پر بڑے زور سے گفتگو فرمائی اور بڑے وثوق یقین کے ساتھ یہ ظاہر فرمایا کہ بالاٰخرۃ ھم یوقنون میں ہماری ہی وحی کا ذکر ہے میں نے اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کو بھی اپنے درس میں یہی معنے بیان فرماتے ہوئے سُنا ہے اور جب مولوی محمد علی صاحب نے اپنے انگریزی ترجمہ کا پہلا پارہ مجھے دیکھنے کے لئے دیا تو اس وقت بھی میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے یہ معنے ان کو سُنائے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ان معنوں کا پورا علم ہے اس جگہ اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی نیا انکشاف یا نئی دلیل یا نیا نشان ظاہر ہوتا تو مسجد میں تشریف لاتے ہی اس کے

باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ خلیفۃ الرسول ہیں آپ کا منکر کافر ہے	پھر ساتواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مسیح موعودؑ تو آنحضرتؐ کے ایک

خلیفہ تھے اس لئے ان کا منکر کو فاسق ہوا نہ کہ کافر۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے ہمارے رُوٹھے ہوئے بھائیو! غیر احمدیوں کے ڈر سے تمہارا خون خشک ہوتا ہے تم بھلا ان کو فاسق کیوں کہنے لگے۔ اچھا اگر کچھ ہمت ہے اور یہ قول تمہارا نفاق پر مبنی نہیں تو اپنے اخبار میں موٹے الفاظ میں یہ چھپوا دو کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نبی کریمؐ کے خلیفہ ہیں اس لئے ہم تمام غیر احمدیوں کو بموجب تعلیم قرآن کریم فاسق سمجھتے ہیں تب ہم مان لیں گے کہ آپ کا یہ قول کہ چونکہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ کے خلیفہ ہیں اس لئے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہے نفاق پر مبنی نہیں ورنہ عورتوں کی طرح اپنے گھروں کی چار دیواری میں بیٹھکر باتیں بنانے کے ہم قائل نہیں۔ اگر ہمت ہے تو مرد میدان بنو اور اپنے فتوٰی کو شائع کرو ورنہ ہم سمجھ لیں گے کہ آپ لوگ مسیح موعودؑ کو آنحضرتؐ کا خلیفہ بھی نہیں مانتے۔

اب اپنے اعتراض کا حقیقی جواب بھی سُن لو اور وہ یہ کہ مسیح موعودؑ کی دو حیثیتیں ہیں وہ خلیفہ بھی ہیں اور نبی بھی۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں ان ہردو ناموں سے یاد کیا ہے جیسا کہ آپ کا الہام

متعلق بڑے زور سے تقریر شروع کر دیتے تھے۔ اس روز بھی اسی طرح ہوا اور آپ نے اس دن اس مضمون پر اسی طریق سے گفتگو فرمائی جیسے آپ [illegible] تقریر فرمایا کرتے تھے جس کو وہ بہت ہی ضروری خیال فرما کر اپنے خدام کو سنانا [illegible] یہی وجہ ہے کہ حضور کی وہ تقریر اس وقت تک میرے دل میں میخ فولاد کی طرح گڑی ہوئی ہے اور کبھی نہیں بھولی۔ شیر علی عفی عنہ

ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم یعنی خدا کہتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ ایک خلیفہ بناؤں پس میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ اس الہام میں مسیح موعودؑ کو خلیفہ کہا گیا ہے اس کے علاوہ مسیح موعودؑ نے ویسے بھی اپنے آپ کو آنحضرتؐ کے نائب یعنی خلیفہ کے طور پر پیش کیا ہے مگر بیسیوں الہاموں میں آپ کو نبی بھی کہا گیا ہے مثلاً آپ کا ایک الہام یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ یا ایک الہام یہ ہے کہ یا ایّھا النّبیّ اطعموا الجائع والمعتر اس میں آپ کو نبی کا خطاب دیا گیا ہے پھر ایک اور الہام ہے انی مع الرسول اقوم اس الہام میں مسیح موعودؑ کو رسول کہا گیا ہے۔ اب بات بالکل صاف ہے کہ چونکہ آپ خلیفہ تھے اس لئے آپ کا منکر فاسق ہے اور چونکہ آپ نبی اور رسول تھے اس لئے آپ کا منکر کافر ہے دراصل اس بات کو سوچا نہیں گیا کہ خلیفہ اور نبی کا مفہوم متضاد نہیں ہے بلکہ بسا اوقات ایک مامور خلیفہ بھی ہوتا ہے اور نبی بھی۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تھے مگر ساتھ اس کے وہ نبی بھی تھے۔ فتدبروا

حضرت مسیح موعودؑ کا ہر منکر کافر ہے خواہ وہ بظاہر مکفر نہ ہو

آٹھواں اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ واقعی ہر ایک ایسے شخص کو کافر سمجھتے تھے جس نے آپ کو قبول نہیں کیا تو پھر آپ نے یہ کیوں لکھا کہ اگر میرے مخالف ان مولویوں کو کافر کہدیں جنہوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو میں ان کو مسلمان سمجھ لونگا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مسیح موعودؑ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوجاتا بلکہ ایک ایسی صورت بھی نکل سکتی ہے جس میں انسان مسیح موعودؑ کو قبول بھی نہ کرے اور پھر مسلمان بھی رہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال قلّتِ تدبّر کا نتیجہ ہے ورنہ بات بالکل صاف ہے اور وہ یہ کہ اصل عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہی ہے جو آپ نے اپنے الہام کی بنا پر عبدالحکیم خان کو لکھا اور باقی جو کچھ ہے وہ اس الہام کے ثبوت یا تشریح میں ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے خلاف بات کہنی شروع کر دیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کی تمام عبارتوں کو آپ کے الہام کی تشریح قرار دیں کیونکہ الہام ایک محکم آیت کی صورت میں ہے اور تشریحات اس کے ماتحت ہیں پس میں تو یہی کہونگا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مختلف طریقوں میں اپنے الہام کو سچا ثابت کرنیکی کوشش کی ہے اور دلائل کے طور پر کئی باتوں کو مختلف رنگ میں پیش کیا ہے مثلاً یہ کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ حقیقت میں مجھ کو کافر قرار دیتا ہے اس لئے خود کافر بنتا ہے۔ یا یہ کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ حقیقت میں خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا جنہوں نے میرے آنے کی پیشگوئی کی وغیرہ وغیرہ اسی طرح وہ عبارت بھی جس پر معترض کو دھوکا لگا ہے درحقیقت اسی مطلب کے لئے ہے چنانچہ اصل عبارت کو دیکھنے سے سب معاملہ صاف ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے، اور وہ منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہیئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا تب میں ان کو مسلمان سمجھ لونگا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شائبہ نہ پایا جاوے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں۔"[1]

[1] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳۔

یہ ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ جو ہمارے سامنے بار بار پیش کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس تحریر میں آپ نے اس بات کا امکان ضرور رکھا ہے کہ ایک شخص آپ کا انکار کر کے بھی مسلمان رہ سکتا ہے۔ مگر معترض نے غور نہیں کیا کہ یہ بات تعلیق بالمحال کے طور پر ہے جس طرح قرآن میں بھی آتا ہے کہ قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین [1] یعنے اے رسول تم کہدو کہ اگر کوئی رحمٰن کا بیٹا ہو تو مَیں اس کا سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں۔ کیا اس تحریر کو پیش کر کے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امکان تو اس بات کا ضرور رکھا ہے کہ رحمٰن کا لڑکا ہو سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں کیونکہ یہاں تو یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نہ خدا کا بیٹا ثابت ہو سکیگا اور نہ مَیں اس کی عبادت کرونگا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے تعلیق بالمحال کے طور پر اس بات کو پیش کیا ہے کہ اگر غیر احمدیوں میں سے کوئی شخص سارے مکفر مولویوں کے نام لیکر اشتہار کے ذریعہ ان کے کافر ہونے کا اعلان کرے اور مسیح موعودؑ کو سچا مسلمان جانے اور اس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کو بھی سچا مانتا ہو جو اس نے مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں اور پھر یہ سب کچھ نفاق سے نہ ہو بلکہ دلی یقین اور اخلاص پر مبنی ہو تب ہم ایسے شخص کو مومن مان لیں گے۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کو واقعی سچا مسلمان جانتا ہے اور آپ کے مکذبین کو کافر سمجھتا ہے اور آپ کے الہامات اور نشانات کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتا ہے اور یہ سب کچھ دلی یقین سے کرتا ہے تو اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ بیعت سے الگ رہے اور اگر پھر بھی وہ آپ کی بیعت نہیں کرتا تو ایسا شخص یقیناً منافق ہے اور صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے جس میں کچھ بھی حقیقت نہیں ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت

[1] سورۃ زخرف۔

مسیح موعودؑ تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک شخص پر میری بیعت ضروری قرار دی گئی ہے اور وہ باوجود آپ کو راستباز جاننے اور آپ کے نشانات اور الہامات پر ایمان لانے کے آپ کی بیعت میں داخل نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص ایسا اشتہار دے بھی دے جس میں حضرت صاحب کے مکفّرین کو کافر لکھا گیا ہو اور یہ بھی اعلان کرے کہ مَیں حضرت مرزا صاحب کو راستباز مسلمان سمجھتا ہوں اور آپ کے نشانات پر ایمان لاتا ہوں لیکن بیعت نہ کرے تو تب بھی ہم اس کو مسلمان نہیں کہیں گے کیونکہ ایسا شخص منافق ہے اور صرف زبان سے دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ضروری شرط قرار دی ہے کہ وہ منافق نہ ہو۔ پس حضرت صاحب نے تو صرف تعلیق بالمحال کی صورت میں مخالفین پر حجت قائم کی ہے نہ کہ ان کے لئے راستہ کھولا ہے۔

مَیں حضرت مسیح موعودؑ کی مقرر کردہ شرائط کو پڑھکر اندر ہی اندر عجیب روحانی لطف اٹھاتا ہوں کہ آپ نے ایسی شرائط رکھدی ہیں جن کا لازمی نتیجہ بیعت ہے۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ ایک انسان مکفّرین کو کافر کہکر غیروں سے قطع تعلق کرے اور حضرت مسیح موعودؑ کو سچا مسلمان سمجھکر آپ سے ایک گونہ تعلق پیدا کرے۔ یہ پہلا زینہ ہے جو انسان کو غیر احمدیّت سے احمدیّت کی طرف لاتا ہے۔ دوسری شرط حضرت صاحب نے یہ رکھی ہے کہ وہ خدا کے ان کھلے کھلے نشانات پر ایمان لائے جو اس نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ یہ دوسرا زینہ ہے جو ایک غیر احمدی کو غیروں سے قطعی طور پر الگ کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے پاس لا کھڑا کرتا ہے۔ تیسری شرط حضرت صاحب نے یہ رکھی ہے کہ ان تمام باتوں میں نفاق کا شائبہ تک نہ پایا جائے بلکہ یہ سب کچھ اخلاص اور دلی ایمان کے ساتھ کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص باوجود اس دعویٰ کے کہ وہ حضرت مرزا صاحب

کو سچا مسلمان جانتا اور آپ کے الہامات اور نشانات پر ایمان لاتا ہے آپ کی بیعت میں داخل نہیں ہوتا وہ ضرور منافق ہے اور صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے پس اب یہ تیسرا زینہ ہوگا جو انسان کو مجبور کریگا کہ آگے بڑھکر مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدے اور آپ کی جماعت میں داخل ہوجائے۔ کاش اس نکتہ کو ہمارے مخالف بھائی سمجھتے اور ٹھوکر کھانے سے بچتے۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ جب ابھی تک ایسا شخص کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جس نے حضرت مسیح موعودؑ کی مقرر کردہ شرائط کے ماتحت کوئی اشتہار نکالا ہو تو اس معاملہ پر بحث کرنا ہی فضول ہے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے تو اُسے پیش کیا جاوے ہم انشاء اللہ ضرور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے ماتحت اُسے مسلمان سمجھ لیں گے بشرطیکہ وہ خدائی نشانات کو سچا جانتا ہو اور اس میں کوئی نفاق کا شائبہ نہ پایا جائے۔ مگر حق یہی ہے کہ اس حوالے کی وہی تاویل ہے جو اوپر لکھی گئی۔ حضرت صاحب نے درحقیقت اس تحریر میں نہایت لطیف رنگ میں تمام ان دلائل کو جمع کر دیا ہے جو آپ وقتاً فوقتاً غیر احمدیوں کے کفر کے متعلق بیان فرماتے رہے تھے۔ پہلی دلیل آپ یہ دیا کرتے تھے کہ مخالف مجھ پر کفر کا فتویٰ لگاکر بموجب حدیث نبویؐ خود کافر بن گئے اس لئے آپ نے تحریر مندرجہ بالا میں سب سے پہلی یہ شرط لگائی کہ مخالف میرے مسلمان ہونے کا اعلان کرے۔ دوسری دلیل آپ کی یہ ہوا کرتی تھی کہ چونکہ یہ لوگ جو مجھکو بظاہر کافر نہیں کہتے ان تمام لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں جنہوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور اس طرح کافروں کو مومن سمجھنے سے خود کافر ہوجاتے ہیں۔ اس لئے دوسری شرط آپ نے یہ لگائی کہ ایسا شخص میرے تمام مکفرین کو کافر جانے اور اس بات کا بذریعہ اشتہار اعلان کرے۔

تیسری دلیل حضرت مسیح موعودؑ یہ دیا کرتے تھے کہ چونکہ ہر ایک وہ شخص جو مجھ کو قبول نہیں کرتا مجھے مفتری علی اللہ قرار دیتا ہے اور مفتری علی اللہ نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوتا ہے اس لئے وہ میری تکفیر کر کے خود کافر ہوجاتا ہے علاوہ اس کے چونکہ میرا مخالف آیات اللہ کی تکذیب کرتا اور آیات کی تکذیب کرنے والا بموجب آیت ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبًا او کذّب بآیٰتہ نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس دلیل کے مقابل پر اس شرط کو رکھا کہ ایسا اشتہار دینے والا اُن کھلے کھلے نشانوں کو بھی سچا جانے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کے ہاتھ پر ظاہر کئے۔ چوتھی دلیل حضرت مسیح موعودؑ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے مرسل ہوں اس لئے ہر ایک جس کو میری دعوت پہونچی ہے اور اس نے مجھ کو نہیں مانا وہ مسلمان نہیں۔ ہاں جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذّب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعھا قابلِ مواخذہ نہیں ہوگا۔"[1] اس دلیل کے مقابل پر حضرت صاحب نے یہ شرط رکھی کہ اشتہار دینے والا منافق نہ ہو جس سے مراد یہ ہے کہ وہ بیعت[2] میں بھی داخل

[1] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۰۔

[2] حاشیہ: نشانات کو ماننے کا دعوٰی کر کے بیعت نہ کرنیوالے کا نام ہم نے منافق اس وجہ سے رکھا ہے کہ نشانات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعوٰی کے لئے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے پس جو شخص ان نشانات کو سچے دل سے مانتا ہو ضرور ہے کہ وہ ان کی گواہی پر سچے دل

ہو جائے جیسا کہ میں اُوپر بتا آیا ہوں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے احسن طریقہ پر اپنے مخالفین پر حجت قائم کی ہے اور ان کو ایک ایسی بات پر آمادہ کرنا چاہا ہے جو درجہ بدرجہ ان کو احمدیت کے اندر کھینچ لائے گی۔ فتدبروا

نواں اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کا نبوت کا بھی دعویٰ تھا تو کیوں آپ نے صاف طور پر اس بات کو نہیں لکھا کہ میرے نہ ماننے سے چونکہ خدا کے رسولوں میں تفریق ہوتی ہے اس لئے میرا منکر کافر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے منکروں کو براہِ راست کافر قرار دینے میں عموماً کیوں پہلو تہی کی ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل امر متنازعہ فیہ مسئلہ کفر و اسلام ہے سو اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے واضح الفاظ میں لکھدیا ہے کہ جس نے مجھ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ باقی یہ ضروری نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ ان تمام دلیلوں کو جمع کرتے جن سے غیر احمدیوں کے کفر کا پتہ لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ تیرا منکر اسلام سے خارج ہے[1] اور چونکہ یہ ایک دعویٰ تھا جس کی دلیل ہونی چاہیئے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے ثبوت میں دلیلیں دیں اور بہت دیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱: ہے ایمان بھی لائے یعنی آپ کو آپ کے تمام دعاوی میں صادق یقین کرے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص آپ کو آپ کے تمام دعاوی میں صادق جانتا ہو اور پھر بھی سلسلہ میں داخل نہ ہو خصوصاً جب حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ میری بیعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر یک شخص پر واجب قرار دی گئی ہے۔ ایسے شخص کے منافق ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ منہ

[1] دیکھو خط بحضرت عبد الحکیم خاں۔

دلائل کو جمع کر دیتے۔ ہم نبی کریمؐ کے سچا ہونے کی بہت سی ایسی دلیلیں دیتے ہیں جو نبی کریمؐ نے نہیں دیں بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے نبی کریمؐ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے کئی ایسی دلیلوں کو پیش کیا ہے جن کو نبی کریمؐ نے اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش نہیں کیا تو کیا اس بات سے مسیح موعودؑ کے وہ سب دلائل نعوذ باللہ باطل ہو جائیں گے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ مدعی اپنے دعویٰ کی صداقت میں دنیا کے سارے دلائل جمع کر دے بلکہ اس کے لئے صرف اتنا ضروری ہے کہ اپنا دعویٰ لوگوں کی نظروں میں سچا کر دکھائے اور اگر کوئی دُوسرا شخص اُسی بات کے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل پیش کرتا ہے جو مدعی نے پیش نہیں کی تو اس سے اس دلیل کی کمزوری ثابت نہیں ہوتی بلکہ کسی دلیل کی صداقت کا معیار عقل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو کم و بیش دے رکھی ہے۔ پس اب یہ کہنا کہ چونکہ اولٰئک ھم الکافرون حقا والی دلیل حضرت مسیح موعودؑ نے پیش نہیں کی اس لئے ہم اس کو نہیں مانتے سخت درجہ کا ظلم ہے۔ کیا ہم وفات مسیح کا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی دلیل نہیں دیتے جو حضرت مسیح موعودؑ نے نہ لکھی ہو۔ کیا ہم مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت کی صداقت میں کسی ایسی دلیل کو پیش نہیں کرتے جس کو خود مسیح موعودؑ نے بیان نہ کیا ہو؟ پس جب ان عظیم الشان امور میں ہم قابل اعتراض نہیں ٹھہرتے تو کیا وجہ کہ کفر و اسلام کے مسئلہ میں ہم کو اسی بات کے لئے اعتراض کا نشانہ بنایا جاوے۔

اب میں وہ بات بھی لکھ دیتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے اولٰئک ھم الکافرون حقًّا والی آیت کو پیش نہیں کیا۔ سو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ مامور ہو کر آتے ہیں ان کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ

وہ اپنے دعاوی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ اس پہلو کو اختیار کرتے ہیں جو مخالفین کے اپنے معتقدات پر مبنی ہوتا ہے تاکہ جھگڑے کا جلد فیصلہ ہو جاوے اور مخالفین پر حجت قائم ہو اس اصل کے ماتحت مسئلہ کفر و اسلام پر نظر ڈالنے سے سب معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ چونکہ غیر احمدیوں میں ایسے بہت سے لوگ تھے جو ظاہرا طور پر حضرت مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے تھے اور آپ کو مسلمان سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ایسے لوگوں پر حجت پوری کرنے کے لئے ان کو کہا کہ چونکہ تم ان تمام لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہو جنہوں نے مجھکو کافر قرار دیا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ تم بھی حقیقت میں مجھکو کافر سمجھتے ہو ورنہ تمہاری نظروں میں وہ لوگ جو میری تکفیر کر کے کافر ہو گئے ہیں ہرگز مسلمان نہ ہوتے۔ پس میرے مکفرین کو مسلمان سمجھنے سے تم خود کافر ہو گئے۔ دوسرے حضرت صاحب نے یہ پیش کیا کہ چونکہ جو لوگ مجھکو نہیں مانتے وہ مجھکو حسب آیت ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا کافر قرار دیتے ہیں اس لئے وہ بموجب حدیث صحیح خود کافر ہو جاتے ہیں۔ یہ دلائل چونکہ ایسے تھے کہ مخالفین کے اپنے معتقدات پر مبنی تھے اس لئے وہ ان کے مقابل پر بالکل بے دست و پا ہو گئے۔ اور ان کا سارا نفاق باہر آگیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود نے ان دلائل کو اختیار کیا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولٰئك هم الكافرون حقا والی آیت مسیح موعود کے منکروں پر چسپاں نہیں ہوتی۔ ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ مگر حضرت صاحب نے اسے مصلحۃً اختیار نہیں کیا کیونکہ اس سے مخالفین پر کوئی زد نہ پڑتی تھی اور ان کا نفاق چھپا رہتا تھا۔ دوسرے اس لئے بھی اس کو نظر انداز کیا گیا کہ اس سے بلاوجہ کفر و اسلام کی بحث میں نبوت مسیح موعود کی بحث چھڑ جاتی اور خلط مبحث ہوتا اور

اصل مطلب ضائع ہو جاتا۔ فتدبروا

ہاں اگر اس بات کا ثبوت چاہو کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مخالفین کو اس آیت کے ماتحت سمجھتے تھے یا نہیں تو الحکم کے فائل پڑھ لو اس سے ساری حقیقت کھل جائیگی۔ الحکم میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کا ایک نہایت لطیف خطبہ درج ہے جو مولوی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے پڑھا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس خطبہ کو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا والی آیت سے ہی شروع کیا اور جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم مسیح موعودؑ کو ہر ایک امر میں حکم وعدل نہیں ٹھہراؤ گے اور آپ پر ایسا ایمان نہیں لاؤ گے جیسا صحابہؓ نبی کریمؐ پر لائے تو تم بھی ایک گونہ غیر احمدیوں کی طرح اللہ کے رسولوں میں تفریق کرنے والے ہو گے۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم نے اس خطبہ میں یہ بھی کہا کہ اگر میں اس خیال میں غلطی پر ہوں تو میں التجا کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ جو اس جگہ تشریف فرما ہیں مجھے میری غلطی سے مطلع فرما دیں مگر حضرت صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب مولوی صاحب آپ کو جمعہ کی نماز کے بعد ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا کہ "یہ بالکل میرا مذہب ہی جو آپ نے بیان کیا۔" اور فرمایا کہ "یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہو گئے ہیں۔"[1]

مکہ پر قابض ہونا غیر احمدیوں کے حقیقی مسلمان ہونے کی دلیل نہیں

دسواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ نبی کریمؐ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ مکہ و مدینہ ہمیشہ سچے مسلمانوں کے قبضے میں رہیں گے۔ اس سے پتہ لگا کہ اب بھی مکے کے قابض حقیقی مسلمان ہیں۔

[1] دیکھو الحکم نمبر ۳ جلد ۴ سنہ ۱۹۰۰ء۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو اس پیشگوئی کے الفاظ دکھاؤ جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو۔ اگر ان الفاظ میں کوئی پیشگوئی ہی نہیں تو اعتراض کیسا؟ لیکن اگر کوئی ایسی پیشگوئی ہو بھی تو پھر بھی ہم پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ مکّہ معظمہ کی ولایت ایک نعمتِ الٰہی ہے اور دنیا دیکھ چکی ہے کہ جب بھی مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہؤا ہے تو مکہ کی ولایت کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ہی حاصل ہوئی۔ مگر ساتھ ہی قرآن مجید میں یہ اصول بھی بیان ہؤا ہے کہ ان اللّٰہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علیٰ قوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم (یعنے اللہ تعالےٰ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم پر فرمائی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی اچھی حالت کو بدل کر خراب نہ کر لے) پس جب موجودہ زمانہ میں مسلمانوں نے اپنی حالت کو خراب کرنا شروع کر دیا تو اب خدا بھی ان سے ملک پر ملک چھینتا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی بہت مہلت دیتا ہے تاکہ لوگ اصلاح کر سکیں۔ اور سعید روحیں دین الحق میں داخل ہو لیں مگر بالآخر جب خدا کے غضب کو بھڑکانے والی قوم کا پیمانہ لبریز ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ جس قوم کو ان کا وارث قرار دیگا وہ بہر حال سچے مسلمان ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر کام آہستگی سے ہوتا ہے قیصر و کسریٰ کے خزانے اور بیت المقدس کی چابیاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مقدر تھیں مگر یہ پیشگوئی حضرت عمرؓ کے زمانے میں جا کر پوری ہوئی۔ فافھم

علاوہ ازیں اس قسم کی عام قومی پیشگوئیوں میں عمومی رنگ میں قوم کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی قوم کسی خاص ایمانی حالت پر قائم ہو تو تب یہ پیشگوئی چسپاں ہوگی مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے یٰعیسیٰ انّی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل

الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ۔ یعنی حضرت عیسٰیؑ سے خدا فرماتا ہے کہ ہم تیرے ماننے والوں کو قیامت تک تیرے منکرون پر غالب رکھیں گے۔ اور یہ پیشگوئی اسی رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے ماننے والوں کا (خواہ وہ حقیقی طور پر حضرت عیسٰیؑ کے پیرو ہوں یا برائے نام) جب کبھی بھی منکرانِ مسیحؑ سے مقابلہ ہوا ہے تو مسیحؑ کے ماننے والے منکرانِ مسیح پر غالب رہے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت گو مسلمان تو حضرت مسیحؑ کے سچے پیرو ہیں مگر عیسائی لوگ مسیح کے پیرو نہیں رہے بلکہ صرف رسمی طور پر ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں پس اگر پیشگوئی کا تعلق صرف حقیقی متبعین سے ہوتا تو عیسائیوں کا غلبہ ہرگز نہ ہوتا۔ پس مسیحؑ کے نام نہاد پیروؤں کا غلبہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ایسی پیشگوئیوں کا تعلق عمومی رنگ میں قوم کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ سوال نہیں ہوتا کہ کوئی قوم حقیقی ایمان پر قائم ہے یا نہیں اس لئے جب تک موجودہ مدعیان اسلام قومی طور پر مسلمان کہلاتے ہیں اور آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس وقت تک اگر وہ مکہ مدینہ پر قابض رہیں تو پیشگوئی کے صدق میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض تو غیر احمدیوں کی طرف سے ہو سکتا ہے خلافت کے منکرین کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ خلافت کے منکرین کے لئے تو اتنا سوچنا ہی کافی ہے کہ مکہ مدینہ کے علماء کی طرف سے بھی مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے اور اس طرح یہ لوگ تکفیر کی وجہ سے کفر کی زد میں آچکے ہیں اور تکفیر کا مسئلہ منکرین خلافت کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ فتدبروا

کیا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے منکروں سے کافروں والا سلوک روا رکھا؟

گیارھواں اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اچھا اگر حضرت

مسیح موعودؑ واقعی اپنے منکروں کو کافر سمجھتے تھے تو کیوں آپ نے ان سے وہ سلوک عملاً روا رکھا جو کافروں سے جائز نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو کافر کافر میں فرق ہے اور تمام کافر ایک درجہ پر نہیں اور ہمارے نزدیک کفر دُون کفر کا مسئلہ مسلّمہ اور برحق ہے اور یقیناً دوسرے منکرین کی نسبت غیر احمدی ہمارے بہت زیادہ قریب ہیں اور ہماری کتاب اور ہمارا کلمہ اور ہمارا شارع رسول ایک ہے پس اگر دوسرے کفار کی نسبت غیر احمدیوں کے ساتھ کسی امر میں امتیازی سلوک روا رکھا جائے تو اس پر کسی عقلمند کو اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ ایسا ہو اور قرآن شریف نے بھی اس قسم کے امتیازی سلوک کو اصولاً تسلیم کیا ہے چنانچہ مثلاً مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کی لڑکیوں سے شادی جائز رکھی گئی ہے مگر غیر اہل کتاب سے جائز نہیں حالانکہ کافر ہونے کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں پس اگر غیر احمدیوں سے دوسرے منکرین کی نسبت بعض امور میں امتیازی سلوک روا رکھا جائے تو یہ ایک بالکل جائز اور معقول فعل ہوگا جس پر کسی شخص کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے اور نہ اس کی وجہ سے مسئلہ کفر و اسلام میں کوئی رخنہ واقع ہوتا ہے کیونکہ بہر حال کفر دُون کفر کا مسئلہ برحق اور مسلّم ہے اور ہم اسے بہت سے امور میں عملاً ملحوظ رکھتے ہیں۔

دوسرے غالباً معترض کو یہ بات بھولی ہوئی ہے یا اسے عمداً نظر انداز کیا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے قریباً تمام اصولی امور میں اپنی جماعت کو دوسرے مسلمانوں سے الگ کر کے ایک جداگانہ دینی تنظیم قائم کی ہے اور مخصوص اندرونی مسائل میں جو خواہ عبادات سے تعلق رکھتے ہیں یا معاملات سے احمدیوں کو غیر احمدیوں سے الگ کر لیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے درمیان عبادات میں سب

سے زیادہ اہم اور وسیع اشتراک نماز کا ہوتا ہے جس کے متعلق حدیث میں اتنی تاکید ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اگر جماعت کے اتحاد کی خاطر ایک فاسق و فاجر کے پیچھے بھی نماز پڑھنی پڑے تو پڑھ لینی چاہیئے مگر یہاں چونکہ صرف فسق و فجور کا سوال نہیں تھا بلکہ کفر و اسلام کا سوال تھا اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے اپنی جماعت کو قطعی طور پر روک دیا اور اس فعل کو حرام قرار دیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں "یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ . . . کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں"[1] اسی طرح مثلاً معاملات میں رشتہ ناطہ کا اشتراک ہوتا ہے سو اس کے متعلق بھی حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کو احمدی لڑکی کا رشتہ دینے سے منع فرما دیا چنانچہ فرماتے ہیں:۔ "غیر احمدیوں کی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اہلِ کتاب عورتوں سے بھی تو نکاح جائز ہے بلکہ اس میں تو فائدہ ہے کہ ایک اور انسان ہدایت پاتا ہے مگر اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو نہ دینی چاہیئے۔ اگر ملے تو لے بیشک لو۔ لینے میں حرج نہیں اور دینے میں گناہ ہے"[2] ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نہ صرف قولاً بلکہ عملاً بھی غیر احمدیوں کو حقیقی اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور ان کے ساتھ دینی امور میں مسلمانوں والا مخصوص سلوک روا نہیں رکھا۔ اسی طرح جنازہ کا معاملہ ہے کہ اس میں بھی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے لوگوں کو ان کا جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

[1] ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸۔ [2] الحکم بابت ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۸ء۔

"ایک صاحب نے پوچھا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہے اور اکثر مخالف مکذّب مرتے ہیں ان کا جنازہ پڑھا جائے کہ نہ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کنبہ میں سے ایک آدمی بھی چلا جائے تو ہو جاتا ہے مگر یہاں ایک تو طاعون زدہ ہے کہ جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے۔ دوسرے وہ مخالف ہے۔ خواہ مخواہ تداخل جائز نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو بالکل چھوڑ دو۔ اگر وہ چاہیگا تو ان کو خود دوست بنا دے گا یعنی وہ مسلمان ہو جائینگے۔ خدا نے منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو چلایا ہے۔ مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہوگا بلکہ اپنا حصہ ایمان کا بھی گنواؤ گے" [1]

اگر یہ کہا جائے کہ اگر غیر احمدی مسلمان نہیں تو نہیں سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے ہاں اشد مخالفین اور مکفرین کو حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی السلام علیکم نہیں کہا چنانچہ فرماتے ہیں "جو لوگ ہمارے مکفر ہیں اور ہم کو صریحاً گالیاں دیتے ہیں ان سے السلام علیکم مت لو اور نہ ان سے مل کر کھانا کھاؤ۔ ہاں خرید و فروخت جائز ہے اس میں کسی کا احسان نہیں" [2] غرض ہر ایک طریقہ سے ہم کو حضرت مسیح موعودؑ نے غیروں سے الگ کیا ہے اور ایسا کوئی دینی تعلق نہیں جو اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص رکھا ہو اور پھر ہم کو اس سے جزواً یا کلیۃً نہ روکا گیا ہو۔

اس جگہ یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ بات ہے تو کیوں ایسی احمدی عورت کا نکاح فسخ نہیں قرار دیا جاتا جس کا خاوند غیر احمدی ہے یا کیوں ایک

---

[1] البدر ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء [2] البدر ۲۴-۱ اپریل ۱۹۰۳ء

احمدی باپ کا ورثہ غیر احمدی بیٹے کو جاتا ہے حالانکہ ازروئے شریعت کسی مسلمان کا کافر وارث نہیں ہو سکتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں ایک وہ جو ہر ایک انسان کے لئے ہیں یعنے ہر مسلمان ان کا براہ راست مخاطب ہے اور ایک وہ جو صرف حکومت کے لئے ہیں مثلاً نماز پڑھنا ہر ایک کا فرض ہے۔ لیکن چور کے ہاتھ کاٹنا ہر ایک کا فرض نہیں بلکہ صرف حکومت کا فرض ہے اسی طرح روزہ رکھنا ہر ایک مسلمان کے لئے فرض ہے مگر زانی کو کوڑے لگانا ہر ایک مسلمان کا فرض نہیں بلکہ صرف اسلامی حکومت کا فرض ہے اب اگر اس اصل کے ماتحت غیر احمدیوں اور احمدیوں کے تعلقات پر نظر ڈالی جائے تو سارے جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ چونکہ نماز الگ کرنے کا مسئلہ حکومت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ افراد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے اس پر عملدرآمد کا حکم دیا گیا یہی حال رشتے اور ناطوں وغیرہ کا ہے لیکن اس کے مقابل پر وراثت اور فسخ نکاح کا مسئلہ حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود نے ان کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ ہاں اگر آپ کو حکومت دی جاتی تو آپ ان کے متعلق بھی مناسب حکم جاری فرماتے پس مسئلہ وراثت کے متعلق ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جو حکومت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اور براہ راست افراد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور پھر بھی حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق فیصلہ نہیں فرمایا تو اس کو پیش کیا جاوے ورنہ یہ کہنا کہ غیر احمدیوں کے ساتھ بعض مخصوص اسلامی سلوک جائز رکھے گئے ہیں محض ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ فتدبروا

کیا صرف دعوت پہونچنے پر انکار کرنے والے کافر ہیں یا کہ سب

بارھواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جو خط عبدالحکیم کو لکھا تھا اس میں آپ نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ جس کو میری دعوت پہونچی

ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ کم از کم وہ لوگ کافر نہیں ہیں جن کو مسیح موعودؑ کی دعوت نہیں پہونچی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو معترض نے دعوت پہونچنے کا مطلب ہی نہیں سمجھا دعوت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ فرداً فرداً لوگوں کو علم دیا جائے بلکہ جب عام تبلیغ ہو جائے اور ملک میں ایک بات کی شہرت ہو جاوے تو کہہ سکتے ہیں کہ سارے ملک کو دعوت پہونچ گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:۔"ممالک امریکہ اور یورپ کے دُور دراز ملکوں تک ہماری دعوت پہونچ گئی ہے"[1] حالانکہ ان ممالک میں بہت کم لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے نام سے واقف ہیں علاوہ اس کے معترض نے دو مختلف باتوں کو ایک سمجھ لیا ہے۔ قابلِ مواخذہ ہونا اور بات ہے اور کافر ہونا اور بات۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کافر ہو لیکن قابلِ مواخذہ نہ ہو۔ اور وہ اس طرح کہ چونکہ شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہے اس لئے ہر ایک وہ شخص جو کسی نبی کی جماعت میں داخل نہیں وہ کافر ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک ایسا شخص قابلِ مواخذہ بھی ہو کیونکہ قابلِ مواخذہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر اتمامِ حجت ہو چکا ہو۔ اسی لئے ہم کسی شخص کی نسبت قابلِ مواخذہ ہونے کا فتویٰ نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ ہم لوگوں کے دلوں سے واقف نہیں ہاں چونکہ کفر اور ایمان ظاہری حالت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اس کے متعلق ہم کو علم ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھو دنیا میں لاکھوں ایسے آدمی ہونگے جنہوں نے عمر بھر نبی کریمؐ کا نام تک نہ سنا ہوگا تو کیا ہم ایسے لوگوں کو مسلمان جانیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ کفار کے زمرہ میں ہی شمار ہونگے لیکن ہاں وہ قابلِ مواخذہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان تک ابھی نبی کریمؐ کی دعوت

---

[1] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۷۔

نہیں پہونچی۔ اسی طرح بیشک دنیا میں بلکہ خود ہندوستان میں لاکھوں ایسے لوگ ہوں گے جن تک مسیح موعودؑ کا نام نہیں پہونچا لیکن جب تک وہ مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل نہ ہوجائیں وہ کافروں کے گروہ میں ہی شامل سمجھے جائیں گے کیونکہ حسب تعلیم قرآن ایک مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خدا کے سارے رسولوں پر ایمان لاوے پس ایسا شخص جو ابھی تک خدا کے کسی مرسل پر ایمان نہیں لایا خواہ عدم علم کی وجہ سے ہی ہو وہ کس طرح مومن اور مسلمان کہلا سکتا ہے ؟ اس حقیقت کو خود حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی[1] میں اپنے کافروں اور نبی کریمؐ کے کافروں کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

> "اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالےٰ کے نزدیک اوّل قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہوچکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذّب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلّف اللہ نفسًا الّا وسعہا قابلِ مواخذہ نہیں ہوگا۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تحریر تمام جھگڑے کا فیصلہ کر دیتی ہے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں مگر افسوس ہے کہ لوگ تدبر سے کام نہیں لیتے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے منکر مسلمان نہیں اس میں حقیقی نفی مراد ہے

تیرھواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ

[1] صفحہ ۱۸۰۔

علیہ السلام نے جو اپنے منکروں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ "وہ مسلمان نہیں" اس میں ان کے اسلام کی نفی سے حقیقی نفی مراد نہیں بلکہ صرف نفی کمال مراد ہے یعنی مطلب صرف یہ ہے کہ ایسے لوگ خدا کی نظر میں کامل مسلمان نہیں ہیں۔ اور اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں معترضین کشتی نوح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ جو شخص یہ گناہ کرتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں اور جو شخص یہ کمزوری دکھاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور معترضین کا استدلال یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو جن کا کشتی نوح میں ذکر ہے جماعت سے حقیقی طور پر خارج سمجھا جائے تو پھر جماعت کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا کیونکہ اکثر لوگوں سے کوئی نہ کوئی کمزوری سرزد ہو جاتی ہے پس ثابت ہؤا کہ یہاں "جماعت میں سے نہیں" کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایسے لوگ کامل رنگ میں احمدی نہیں اور یہی صورت اس عبارت کی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے منکر "مسلمان نہیں" یعنے مراد یہ ہے کہ کامل مسلمان نہیں۔

سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ درست ہے کہ بعض اوقات ایک بات کی نفی کی جاتی ہے اور اس میں حقیقی نفی مراد نہیں ہوتی بلکہ نفی کمال مراد ہوتی ہے اور اس قسم کے کلام کی مثالیں کم و بیش ہر زبان میں ملتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر نفی کو ہی نفی کمال قرار دے لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی چیز کی نفی کی جاتی ہے تو اس کا مقدم اور متبادر مفہوم یہی ہوتا ہے کہ حقیقی نفی مراد ہے اور حقیقی نفی کی صورت کو ترک کر کے نفی کمال کی صورت کو صرف ایسی حالت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ جب کوئی ایسا واضح قرینہ موجود ہو جو حقیقی نفی کے مفہوم کو ممتنع قرار دے۔ جیسا کہ مثلاً کشتی نوح کی عبارت میں سارے بیان کا اسلوب اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں بیشتر صورتوں میں حقیقی نفی مراد نہیں بلکہ صرف

نفی کمال مراد ہے کیونکہ اس جگہ جماعت کی تربیت اور اصلاح کے خیال سے ایک نصیحت کی عبارت لکھی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم فلاں فلاں کام نہ کرو گے یا فلاں فلاں کام سے نہ رکو گے تو تم میری جماعت میں شمار نہیں ہو سکتے اس سے یہی مراد ہے کہ اس صورت میں تم کامل احمدی نہیں سمجھے جا سکتے۔ مگر پھر بھی کشتی نوح کی اس عبارت میں بھی کئی موقعے ایسے آجاتے ہیں کہ جہاں یقیناً حقیقی نفی مراد ہے مثلاً جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں وہاں یقیناً حقیقی نفی مراد ہے اور ہرگز نفی کمال مراد نہیں کیونکہ آپ کے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت پر ایمان لانا احمدیت کے ضروری ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس رکن کا انکاری کسی صورت میں بھی احمدی نہیں سمجھا جا سکتا۔ بغرض جہاں بھی کسی چیز کی نفی کی جاتی ہے وہاں حقیقی نفی ہی مراد ہوتی ہے سوائے اس کے کہ کوئی واضح قرینہ ایسا موجود ہو جو نفی کمال کے معنوں کو ثابت کرتا ہو۔

اس اصول کی روشنی میں ہم اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فقرہ پر نظر ڈالیں جو آپ نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرتد کو لکھا تھا تو صاف پتہ لگتا ہے کہ یہاں حقیقی نفی مراد ہے نہ کہ نفی کمال۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں" اب اس جگہ کون عقلمند ہے جو "مسلمان نہیں" کے الفاظ میں نفی کمال کی صورت مراد لے سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والا کامل مسلمان نہیں ہے ایک ایسی بات ہے کہ جو بالکل بدیہی اور عیاں ہے۔ اور اس کے لئے ہرگز یہ ضروری نہیں تھا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کی طرف سے اس کی اطلاع ملے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کی طرف سے مامور تھے اور مسیح و مہدی تھے اور امام زمان تھے اور خاتم الخلفاء تھے تو یہ تو ظاہر ہی ہے کہ آپ کا منکر کسی صورت میں کامل مسلمان نہیں ہو سکتا۔ پھر اس پر یہ فرمانا کہ خدا نے مجھے یہ بتایا ہے کہ ایسا شخص مسلمان نہیں ایک بے معنی بات اور تحصیل حاصل سے زیادہ نہیں۔

علاوہ ازیں نفی کمال والی صورت کے متعلق تو پہلے سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بار بار اعلان ہو چکا تھا کہ آپ کا منکر کامل مسلمان نہیں چنانچہ دور نہ جاؤ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما چکے تھے کہ میرا انکار کرنے والا گو کافر نہیں مگر ضال اور گمراہ اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہے وغیرہ وغیرہ یعنی بالفاظ دیگر وہ کامل مسلمان نہیں بلکہ بہت ہی ناقص قسم کا مسلمان ہے تو جب یہ بات پہلے سے بتائی جا چکی تھی کہ آپ کا منکر کامل مسلمان نہیں تو ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد کے جواب میں مزید انکشاف کیا ہوا۔ اور اعتراض کرنے والے نے کس بات پر اعتراض کیا۔ اور اس صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعتراض کرنے والے کو کہ آپ کی تریاق القلوب والی عبارت اور عبدالحکیم خان کے خط والی عبارت میں تناقض ہے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ اب جو میں نے کہا ہے کہ میرا منکر مسلمان نہیں تو اس سے بھی میری مراد یہی ہے کہ وہ کامل مسلمان نہیں اور یہ وہی بات ہے جو میں تریاق القلوب میں پہلے سے کہہ چکا ہوں اس لئے تمہارا اعتراض درست نہیں اور میری دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ عبدالحکیم خان والے خط کے مضمون کو درست قرار دے کر اس بات کی تشریح شروع فرما دی کہ میرا منکر کس طرح اور کس رنگ میں اسلام سے خارج اور کافر ہے۔

خوب غور کرو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے تریاق القلوب میں تو یہ لکھا ہے کہ میرا منکر کافر نہیں بلکہ صرف ضال اور گمراہ ہے مگر عبدالحکیم خان کو آپ یہ کہتے ہیں کہ خدا مجھے فرماتا ہے کہ تیرا منکر مسلمان نہیں۔ تو اس کے جواب میں اگر "مسلمان نہیں" کے الفاظ سے یہی مراد تھا کہ وہ کامل مسلمان نہیں تو بڑی آسان بات تھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام یہ فرما دیتے کہ تمہیں غلطی لگتی ہے میں اب بھی اسے اسلام سے خارج قرار نہیں دیتا بلکہ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ میرا منکر کامل مسلمان نہیں اور اس طرح میری دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور کوئی فرق نہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ دلیل دے دیکر اس بات کو واضح فرمایا کہ آپ کا منکر کس طرح مسلمان نہیں اور صراحتاً لکھا کہ وہ کافر ہے[1] اندریں حالات ڈاکٹر عبدالحکیم خان والے خط کی عبارت میں "مسلمان نہیں" کے الفاظ میں بلاوجہ حقیقی نفی سے ہٹا کر نفی کمال مراد لینا ایک طفلانہ کوشش سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مبایعین نے صرف "نفی کمال" کی اصطلاح سُن رکھی ہے اور اب جہاں کہیں بھی کوئی نفی سامنے آتی ہے اور یہ نفی ان کے گلے میں پھندا بن کر اٹکتی ہے تو جھٹ اسے بے سوچے سمجھے نفی کمال قرار دینے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ نفی کمال کے لئے قرائن کا ہونا ضروری ہے اور عبدالحکیم خان والے حوالہ میں نہ صرف یہ کہ یہ قرائن موجود نہیں بلکہ سارے قرائن اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ یہاں نفی کمال والی صورت نہیں بلکہ حقیقی نفی کی صورت ہے فافھم و تدبر۔

چودھواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب حدیث شریف	تکفیر میں جلدی کرنا ہرگز درست نہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقی کافر کو بھی کافر نہ سمجھا جائے۔

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۵۔

میں اس بات کے متعلق اس قدر تاکید ہے کہ دوسروں کو کافر قرار دینے میں جلدی نہ کرو اور اس بات میں غلطی کرنے والے کو خود کفر کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ کسی کو کافر قرار دینا بہت بھاری ذمہ داری ہے بلکہ آپ نے اپنے مخالف مولویوں کی کمزوریوں میں سے ایک خاص کمزوری یہ بیان کی ہے کہ وہ جھٹ ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانے لگ جاتے ہیں تو اس صورت میں کیا ہم لوگ بھی غیر احمدیوں کو کافر سمجھ کر اس تہدید و وعید کی زد میں نہیں آجاتے جو اس بارے میں حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اقوال میں پائی جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم خدا کے فضل سے کبھی بھی اس وعید کی زد میں نہیں آسکتے۔ بات یہ ہے کہ تکفیر وغیرہ کے معاملہ میں جلدی کرنے والوں کے لئے جو وعید ہے اور جس قسم کی جلدی کو بُرا مانا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی حجت کے یونہی چھوٹی چھوٹی فروعی باتوں میں کفر بازی کا رنگ اختیار کر لیا جائے جیسا کہ اس زمانہ میں بدقسمتی سے مسلمانوں میں کثرت کے ساتھ ہو رہا ہے کہ کسی کی طرف سے ذرا اونچ نیچ ہوا یا کسی نے کسی بات میں دوسروں سے ذرا اختلاف کا اظہار کیا تو اس پر جھٹ کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ یہ وہ کفر بازی ہے جس کو ایک ناپاک کھیل قرار دے کر روکا گیا ہے ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب کسی میں واقعی اور حقیقی طور پر کفر کی وجہ پیدا ہو جائے تو اسے بھی کافر نہیں سمجھنا چاہیئے۔

دراصل اسلام میں کفر اور اسلام کی ایک واضح تعریف کر دی گئی ہے پس جو شخص اس تعریف کی حدود کے اندر رہ کر فتویٰ جاری کرتا ہے اس پر شریعت کی ہرگز کوئی گرفت نہیں بلکہ شریعت اس کے فعل کو قابل ستائش خیال کرتی ہے کہ اس نے لوگوں میں اسلام اور کفر کے صحیح مفہوم کے قائم کرنے میں مدد دی۔

مگر جو شخص ان حدود کو توڑ کر کفر بازی کو ایک کھیل بنا لیتا ہے اور فروعی باتوں میں تکفیر کا رستہ اختیار کرتا ہے وہ اس وعید کے نیچے آتا ہے جو حدیث میں بیان ہوئی ہے اور جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنے مخالف مولویوں کو مجرم قرار دیا ہے۔ پس محض تکفیر بری چیز نہیں بلکہ تکفیر کا ناواجب اور ناجائز استعمال بُرا ہے۔ اگر محض تکفیر بُری ہوتی تو قرآن شریف اس رستہ کو کیوں اختیار کرتا جیسا کہ مثلاً فرمایا کہ جو لوگ خدا کا یا اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں یا خدا کو مانتے ہیں اور رسولوں کو نہیں مانتے یا بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں وہ پکّے کافر ہیں[1]۔ یا حدیث ہی اس رستہ پر کیوں پڑتی جیسا کہ فرمایا کہ جو مدعی اسلام کسی دوسرے مدعی اسلام کو کافر قرار دیتا ہے تو اگر یہ مؤخر الذکر مدعی اسلام سچا مسلمان ہے اور کافر نہیں تو یہ کفر مقدم الذکر مدعی اسلام پر لوٹ آتا ہے۔ اب دیکھو کہ اس طرح حدیث نے خود ایک شخص کو کافر قرار دیا اور قرآن نے بھی خود ایک گروہ کو کافر قرار دیا اور اس کے کفر کا برملا اعلان فرمایا۔

پس ثابت ہوا کہ محض تکفیر اپنی ذات میں بُری نہیں بلکہ اس کا ناواجب اور ناجائز استعمال بُرا ہے اور ناجائز استعمال یہی ہے کہ یونہی فروعی باتوں میں کفر بازی شروع کر دی جائے جیسا کہ آجکل اکثر ہوتا ہے۔ مگر خدا کے فضل سے ہمارا طریق ہرگز یہ نہیں بلکہ ہم یا تو اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو حدیث کے واضح فتوے کے ماتحت کافر قرار پاتا ہے مثلاً جو شخص ہمیں کافر کہے ہم اُسے کافر کہتے ہیں کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کہیں تو ہم خود کافر بنتے ہیں اور یا ہم قرآن شریف کے فتوے کے مطابق ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو یا تو خدا کے منکر ہیں یا

---

[1] پارہ ششم آخری رکوع۔

یا اس کے کسی رسول یا کسی اور رکن اسلام کے منکر ہیں۔ ان دو قسم کے لوگوں کے سوا ہم نے ہرگز ہرگز آج تک کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا اور نہ دیتے ہیں و من ادعی فقد ظلم۔ پس ہم خدا کے فضل سے کسی طرح اس وعید کے نیچے نہیں آتے جو ناجائز تکفیر کرنے والوں کے لئے بیان کی گئی ہے۔ فافہم و تدبر۔

جب شریعت مکمل ہو چکی ہے تو اب کسی کا انکار کس طرح موجب کفر ہو سکتا ہے

پندرھواں اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جب شریعت نبی کریمؐ پر ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں آسکتا جو قرآن میں کمی یا زیادتی کر سکے تو پھر نبی کریمؐ کے بعد کسی اور شخص کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معترض نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ صرف ان نبیوں کا ماننا ضروری ہے جن کو نئے احکام شرعی عطا ہوتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے قرآن شریف میں جس جس جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسولوں پر ایمان لاؤ وہاں رسولوں کی تخصیص نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے رسولوں کو مانا کرو اور باقیوں کے ماننے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسل کا لفظ مطلق طور پر رکھا ہے جو بوجہ نکرہ ہونے کے عمومیت چاہتا ہے۔ اصل میں یہ سارا دھوکا اس لئے لگا ہے کہ مامورین کی بعثت کی غرض کو نہیں سمجھا گیا۔ مامور اس لئے نہیں بھیجے جاتے کہ وہ ضرور کوئی نیا شرعی حکم جا کر سنائیں بلکہ ان کے مبعوث کرنے میں یہ غرض ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ایمانوں کو تازہ کریں اور نشانات دکھا کر ان کے دلوں کو زندگی بخشیں اور کامل توحید کو دنیا میں قائم کریں اور مخلوق کو خالق سے ملا کر ان کی زندگیوں میں ایک تغیر پیدا کر دیں۔ بنی اسرائیل میں سینکڑوں ایسے نبی ہوئے جن کو کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی بلکہ وہ لوگوں کو صرف تورات پر قائم کرتے تھے جیسا کہ یخکم بھا النبیون سے ظاہر ہے

توکیا اب ان پر ایمان لانے کو بھی غیر ضروری قرار دیا جائے گا؟ انسان جب ایک سچائی کو چھوڑتا ہے تو اس کو بہت سی اور سچائیوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ معترض نے اس بات کی خواہش میں کہ کہیں حضرت مرزا صاحب کو ماننا ضروری نہ قرار پا جائے اللہ تعالیٰ کے بہت سے رسولوں پر ایمان لانے کو غیر ضروری قرار دیدیا ہے۔

دراصل حضرت موسیٰ سے پہلے نبیوں کو الگ رکھتے ہوئے ایسے صاحب شریعت نبی جن کا قرآن میں ذکر ہے وہ دو ہی ہیں یعنی حضرت موسیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کے سوا جتنے نبی بھی ہیں وہ سب غیر تشریعی ہیں۔ تو گویا کہ معترض کے اصل کو لیکر سوائے دو نبیوں کے اللہ تعالیٰ کے باقی تمام نبیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ خدا تو کہتا ہے کہ مومن کا یہ قول ہونا چاہیئے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ لیکن ہم کو یہ سنایا جاتا ہے کہ نہیں بلکہ صرف دو نبیوں کو ماننا ضروری ہے اور باقیوں کو نہ ماننے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اے کاش ہمارے مخالف اعتراض کرنے سے پہلے قرآن شریف پر تو غور کر لیتے۔ قرآن کھلے اور غیر تاویل طلب الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین یعنی مرسلین کے بھیجنے سے ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ماننے والوں کو بشارتیں دیں اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں پس جب ماموریں کے مبعوث کرنے کی بڑی غرض ہی انذار و تبشیر ہوتی ہے تو تشریعی اور غیر تشریعی کا سوال [illegible] پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر نبی کریمؐ کے بعد کسی اور کے ماننے کی ضرورت نہیں تھی تو کیوں خود نبی کریمؐ نے مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا اور اس کا انکار کرنے والوں کو یہودی اور نصاریٰ ٹھہرایا۔ اگر مسیح موعودؑ [illegible] ایمان

لانے کو ضروری قرار دینا غلطی ہے تو یہ غلطی سب سے پہلے نعوذ باللہ خود نبی کریمؐ سے سرزد ہوئی۔ اور پھر یہ غلطی اللہ تعالےٰ سے بھی سرزد ہوئی جس نے ایک ایسے شخص کی خاطر جس پر ایمان لانا ضروری نہیں دنیا کو عذابوں سے بھر دیا۔ مجھے تعجب پر تعجب آتا ہے کہ نبی کریمؐ تو یہ فرماویں کہ ایک وقت میری امت پر ایسا آئیگا کہ ان کے درمیان سے قرآن اُٹھ جائیگا اور لوگ قرآن کو پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُتریگا لیکن ہم کو یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی شخص کو ماننا ضروری کیسے ہوگیا۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ حقیقی قرآن دنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہؐ کو بروزی طور پر دوبارہ دُنیا میں مبعوث کرکے آپ پر پھر دوبارہ قرآن شریف اُتارا جاوے۔ معترض کو چاہیئے کہ بعثت ماموریں کی اصل غرض پر غور کرے کیونکہ یہ دھوکا محض قلت تدبر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ہندوستان میں چونکہ اکثر لوگ لامذہب ہیں اس لئے بدقسمتی سے یہاں کے مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہوگیا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو بڑا بزرگ مانتے ہیں اور یہ کہ مرزا صاحب نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے بلکہ بعض تو یہاں تک کہنے لگ گئے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد ماننے کے لئے تیار ہیں مگر مسیح موعود کا دعویٰ نہیں مانتے ایسے لوگ یا تو لامذہب ہیں اور یا منافق۔ کیونکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو ایک طرف تو مامور من اللہ اور مجدد مان لیا جاوے اور دوسری طرف ان کو مسیح موعود کے دعویٰ میں مفتری علی اللہ سمجھا جاوے۔ ظلمت اور نور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اگر حضرت مرزا صاحب سچے ہیں اور خدا کے ساتھ ان کا تعلق ہے تو وہ اپنے تمام دعاوی میں صادق ہیں ورنہ نعوذ باللہ وہ مفتری علی اللہ اور دائرۂ

اسلام سے خارج ہیں۔ دو ہی رستے ہیں۔ یا تو مرزا صاحب کو مسیح موعود مان کر ان کی بیعت میں داخل ہونا چاہیئے اور یا پھر ان کو مفتری علی اللہ قرار دیکر اسلام سے خارج اور کافر سمجھا جاوے۔ تیسری راہ تو کوئی ہے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری علی اللہ قرار دیکر کافر ٹھہرتا ہے۔ فتدبروا

پس اب ہم کس طرح مان لیں کہ ایک مامور وملہم ربانی کو مفتری علی اللہ قرار دینے والا مسلمان رہ سکتا ہے جبکہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او كذب بأيته۔ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک معمولی مومن کے ایمان کا انکار کرنے والا تو کافر ہو لیکن ایک رسول کی رسالت اور ایک مامور کی ماموریت کا منکر مسلمان کا مسلمان رہے۔ تلك اذاً قسمة ضيزىٰ؟ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ اس عظیم الشان مصلح کا ماننا غیر ضروری ہے جس کے متعلق تمام نبی خبریں دیتے آئے ہیں کہ اس کے زمانہ میں شیطان اور رحمان کی آخری جنگ ہو گی؟ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ اس شخص کے انکار سے بھی آدمی مسلمان ہی رہتا ہے جس کی آمد کو خدا نے خود نبی کریمؐ کی آمد قرار دیا ہے جیسا کہ آیت واخرين منهم سے ظاہر ہے؟ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص پر ایمان لانا تو مدار نجات ہو مگر تاہم اس کا ماننا جزو ایمان نہ ہو؟ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کے انکار کی وجہ سے اللہ تعالےٰ دنیا پر عذاب پر عذاب نازل کرے لیکن اس شخص کا ماننا غیر ضروری ہو؟ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ خدا تو ایک شخص کو کہے کہ انت منى بمنزلة توحيدى وتفريدى ولولاك لما خلقت الافلاك یعنی تو مجھے میری توحید و تفرید کی طرح ہے اور اگر تو نہ ہوتا تو میں دُنیا کے اس آخری دَور کا نیا نظام نہ پیدا کرتا لیکن باوجود اس کے اس

شخص کا ماننا اور نہ ماننا قریباً قریباً برابر ہو؟ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کے انکار سے انسان یہودی صفت بنکر خدا کے دربار سے دھتکارا جائے لیکن اس کو ماننا ایمانیات میں داخل نہ ہو؟ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص پکار پکار کر کہے کہ :-

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو ✤ اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

لیکن ابن مریم کا منکر تو کافر ہو مگر احمدؐ کا منکر کافر نہ ہو؟ اور پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کو اللہ تعالےٰ بار بار اپنے الہام میں رسول اور نبی کہکر پکارے لیکن وہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے مفہوم میں شامل نہ ہو۔ اور اس کا منکر اولٰئك ھم الکافرون حقًا سے باہر رہے؟

یہ تمام باتیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں ہماری سمجھ سے بالا تر ہیں۔ ہم ضد کی وجہ سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ خدا جانتا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے درست اور صحیح سمجھکر لکھا ہے۔ اگر کوئی صاحب ان خیالات کو قرآن شریف اور الہامات حضرت مسیح موعودؑ اور احادیث صحیحہ اور کتب حضرت مسیح موعودؑ سے غلط ثابت کردیں تو ہم بفضلہ تعالیٰ رجوع کرنے کو ہر وقت حاضر ہیں کیونکہ ہمیں کوئی ضد نہیں۔ و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

باب ہشتم

(مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ کفرو اسلام پر ایک سرسری نظر)

اصل مضمون اسی جگہ ختم ہوتا ہے لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مضمون ختم کرنے سے پہلے جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کے رسالہ دربارہ مسئلہ کفرو اسلام پر الگ ریویو کیا جاوے "تا شاید یہ ریویو کسی سعید روح کے لئے ہدایت کا موجب ہو۔ وما توفیقی الّا باللّٰہ۔

کفرِ و اسلام کا دائرہ جناب مولوی محمد علی صاحب اپنے رسالہ کے شروع میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ کفرو اسلام کے متعلق عام لوگوں کو اس لئے دھوکا لگا ہے کہ کفر اور اسلام کے معنوں کو ایک تنگ دائرہ میں محدود کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ الفاظ اپنے اندر وسعت رکھتے ہیں۔ اور اس کے آگے چلکر لکھتے ہیں کہ اسلام مان لینے کا نام ہے اور کفر انکار کر دینے کا۔ اسلام کی بڑی اور آخری حد یعنی توحید الٰہی ہے پس جو شخص توحید الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ اسلام میں آجاتا ہے"[1]

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ بے شک یہ درست ہے کہ کفر اور اسلام کے الفاظ کے معانی میں وسعت ہے مگر اس وسعت کی بھی آخر کوئی حد ہونی چاہیئے۔ بات یہ ہے کہ الفاظ دو قسم کے معنی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ایک لغوی معنی اور دوسرے اصطلاحی۔ لغوی معنوں کا فیصلہ تو لغت کرتی ہے مگر اصطلاحی معنوں کے لئے پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کس علم کی اصطلاح

---

[1] دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۳۔

مقصود ہے اگر کسی لفظ کے معنی علم طب سے تعلق رکھتے ہیں تو کسی طبیب سے پوچھا جائیگا اگر قانون کی اصطلاح ہے تو فیصلہ کے لئے کسی قانون دان کو چننا جائیگا اور اگر علم ریاضی کی کوئی اصطلاح ہے تو اس کے معنی ریاضی دان سے دریافت کئے جائیں گے۔ غرض کسی لفظ کے اصطلاحی معنی کرنے کا ہر ایک شخص مجاز نہیں ہے بلکہ صرف وہی ہے جو اس علم کا ماہر ہے۔ اب اس بات کو سمجھ لینے کے بعد کفر کے لفظ کو لو۔ اس لفظ کے بھی دو معنی ہیں ایک لغوی معنی اور دوسرے اصطلاحی معنی۔ لغوی معنوں کا تو لغت فیصلہ کرے گی لیکن اصطلاحی معنوں کے لئے قرآن کریم اور حدیث کو دیکھنا ہوگا۔ اب جب ہم لغت کو دیکھتے ہیں تو کفر کے معنے صرف انکار کے ہیں اور مولوی صاحب موصوف نے بھی ان معنوں کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ "کفر انکار کا نام ہے"۔ پس لغوی معنوں کے لحاظ سے جائز ہوگا کہ ہم ہر ایک انکار کو کفر کے نام سے پکاریں اور ہر ایک چیز کے منکر کو کافر کہیں۔ خدا کا منکر بھی کافر ہوگا اور شیطان کا منکر بھی کافر اور لغت ان دونوں قسم کے کفروں میں کوئی تمیز نہیں کرے گی کیونکہ لغتِ عرب میں کفر کے معنی صرف انکار کر دینے کے ہیں اور بس۔

لیکن اصطلاحِ اسلام میں کفر کے معنے اتنے وسیع نہیں رہتے بلکہ ایک دائرہ کے اندر محدود ہو جاتے ہیں جیسا کہ عام اصطلاحات کا قاعدہ ہے۔ کفر کے اصطلاحی معنی جو قرآن نے کئے ہیں وہ یہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔[1] یعنے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں

[1] سورۃ نساء رکوع ۲۱۔

یا چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کر دیں یعنی اللہ کو مان لیں اور رسولوں کو نہ مانیں یا کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ کوئی بین بین کی راہ نکالیں وہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور اللہ نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہٗ نے کفر کے اصطلاحی معنی بتلائے ہیں جیسا کہ لفظ حقاً ظاہر کر رہا ہے۔ پس اب معاملہ بالکل صاف ہے یعنی شریعت اسلام میں کفر کے یہ معنی ہوئے کہ یا تو اللہ کا انکار کیا جائے اور یا اللہ کے رسولوں کا۔ اور یا اللہ کو تو مان لیا جائے اور رسولوں کو نہ مانا جاوے۔ اور یا بعض رسولوں کو تو مانا جاوے اور بعض کا انکار کر دیا جاوے۔ یعنی یہ سب صورتیں اسلام میں اصطلاحی طور پر کفر قرار دی گئی ہیں۔ ہاں ایک سوال باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ یہ کس طرح پتہ لگے کہ کسی عبارت میں کفر لغوی معنوں میں آیا ہے یا اصطلاحی معنوں میں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت کی کتابوں میں لغوی تشریح کی ذیل میں جب کفر کا لفظ آئیگا تو اس کے لُغوی معنی کئے جائینگے لیکن جب خدا اور اس کے رسول کے کلام میں اس کا استعمال ہوگا تو اصطلاحی معنی کئے جاویں گے۔ ہاں شریعت اسلام کی کتابیں چونکہ عربی میں ہیں اور کفر کا لفظ عربی زبان سے تعلق رکھتا ہے اس لئے بعض اوقات ان میں بھی یہ لفظ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر ایسی صورتوں میں اس کے ساتھ کسی واضح قرینہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے من یکفر بالطاغوت اس جگہ کفر سے صرف لغوی کفر مراد ہے کیونکہ طاغوت کا لفظ ساتھ لگا ہوا ہے۔ پس اس اصل کے ماتحت کوئی مشکل باقی نہیں رہتی اور سارا جھگڑا طے ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف کفر کے مقابل پر جو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے معنی کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان لایا

جاوے اس کے فرشتوں پر۔ اس کے رسولوں پر۔ اس کی کتابوں پر۔ اور یوم آخر پر۔ اس تعریف سے بھی ضمناً کفر کی تعریف کا پتہ لگ سکتا ہے کیونکہ کفر ایمان کے مقابل پر ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص ایمان کی پانچ شرائط میں سے کسی ایک کا منکر ہو جاوے تو اس پر مومن کا لفظ نہیں بول سکتے کیونکہ ایمان کے لئے یہ کافی نہیں کہ صرف ایک شرط کو مان لیا جاوے بلکہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔

کیا مسلمان ہونے کے لئے صرف توحید کا قائل ہونا کافی ہے؟

اس کے بعد ہم مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے"[1] گویا کہ مولوی صاحب کے نزدیک مسلمان بننے کے لئے نبی کریمؐ کا ماننا بھی ضروری نہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو تو مانے مگر اس کے رسولوں کو نہ مانے وہ حقیقی کافر ہے مگر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمان بننے کے لئے کسی رسول کو ماننے کی ضرورت نہیں صرف توحید کا قائل ہو جانا کافی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے کفر کے صرف لغوی معنوں کو مدنظر رکھا ہے اور اصطلاحی معنوں پر غور نہیں کیا۔ تب ہی تو وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ "جو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے کسی اور حصہ کو چھوڑتا ہے وہ دائرہ کے اندر تو ہے مگر اس خاص حصہ کا کافر ہے"[2] اگر لفظ کفر کے صرف لغوی معنوں کو خیال رکھا جائے تو مولوی صاحب کی یہ رائے صحیح اور درست سمجھی جاوے گی کیونکہ ایسی صورت میں واقعی جس حصہ

---

[1] دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۴۔ [2] دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۴۔

کو انسان مانتا ہے اس کا وہ مومن کہلائے گا اور جس کا انکار کرتا ہے اس کا کافر۔ مگر سوال تو اصطلاحی کفر اور اصطلاحی ایمان کا ہے نہ کہ لغوی کفر اور لغوی ایمان کا۔ جس شخص پر اصطلاحی طور پر کفر کا لفظ عائد ہو وہ کسی صورت میں بھی اصطلاحی مومن نہیں ہو سکتا اسی طرح جس پر اصطلاحی معنوں میں مومن کا لفظ آئے وہ کسی صورت میں بھی اصطلاحی کافر نہیں کہلا سکتا پس جب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک ایسے شخص کو جو خدا کو تو مانے مگر رسولوں کو نہ مانے یا بعض رسولوں کو مانے اور بعض کو نہ مانے کافر کے نام سے پکارا ہے تو یہ کیسا بے معنی فقرہ ہے کہ جو شخص خدا کو مان کر کسی اور حصّہ کو چھوڑتا ہے وہ مومن تو ہے مگر اس خاص حصّہ کا کافر ہے۔ معلوم نہیں مولوی صاحب نے یہ ملحدانہ اصول کہاں سے نکالا ہے کہ اسلام میں آنے کے لئے صرف توحید کا قائل ہونا کافی ہے اور افسوس ہے کہ انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ وہی گندہ عقیدہ ہے جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے عبدالحکیم خان کو اپنی جماعت سے خارج کیا تھا۔

اس کے بعد میں حدیث کو لیتا ہوں۔ مولوی صاحب کے اس غیر اسلامی عقیدہ کے رد میں ایک واضح حدیث بھی ہے۔ مشکوٰۃ کی کتاب الایمان میں ایک حدیث درج ہے اور وہ یہ کہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجلٌ شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یریٰ علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احدٌ حتّٰی جلس الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ ووضع کفّیہ علٰی فخذیہ وقال یا محمّد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمّد رسول اللہ

وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا قال صدقت" یعنی آنحضرت صلعم کی مجلس میں ایک اجنبی شخص آیا اور آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھکر پوچھنے لگا۔ اے محمد صلعم مجھے بتاؤ کہ اسلام کی کیا تعریف ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسلام کی تعریف یہ ہے کہ تُو اللہ کو ایک جانے اور محمدؐ کو اس کا رسول یقین کرے اور نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور اگر توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔"

اس حدیث میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ اسلام میں آنے کے لئے لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لانا کافی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ اور دوسری ضروری باتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور یہ صرف نبی کریمؐ کا خیال ہی نہیں بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی مُہرِ صداقت ثبت ہے کیونکہ سوال کرنے والا جبریلؑ تھا جس کو اللہ تعالےٰ نے آدمی کی شکل میں متمثل کر کے زمین پر بھیجا تھا تا وہ اس ذریعہ سے لوگوں کو اسلام کی تعریف سکھائے۔ پس جب اس نے آنحضرتؐ کے قول پر صدقتَ کہا تو گویا خود ذاتِ باری تعالیٰ نے صدقتَ کہا۔ اب اس کے بعد کوئی شخص مسلمان ہونے کی حالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ دائرہ اسلام کے اندر آنے کے لئے صرف توحید کا اقرار کافی ہے۔

دیکھو قرآن کریم شہادت دے رہا ہے کہ ایمان کے لئے صرف لا الٰہ الا اللہ کافی نہیں ہے بلکہ جو لوگ ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسل نہیں ملاتے ان کو اولٰئک ھم الکافرون حقاً کہتا ہے پھر نبی کریمؐ صاف الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ صرف توحید کے اقرار سے کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو جاتا پھر جبریلؑ نبی کریمؐ کے اس قول پر صدقتَ کہتا ہے اور پھر اسی پر

بس نہیں بلکہ عقلِ سلیم بھی یہی کہتی ہے کہ خشک توحید جس کے ساتھ رسالت کی شمع نہ ہو ایمان کے لئے کافی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ وہ ایمان باللہ جس کے ساتھ ایمان بالرسل شامل نہیں ایک لعنتی ایمان ہے جو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں۔ پس ہم اب اتنی شہادتوں کے بعد مولوی محمد علی صاحب کی کسی تحریر کو کیا کریں۔

کیا نجات کے لئے صرف خشک توحید کافی ہے

مولوی صاحب موصوف نے اپنے قول کے ثبوت میں یہ حدیث بھی لکھی ہے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ سو اس کے متعلق میں پہلے ہی لکھ آیا ہوں کہ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ صرف توحید کا قائل ہونا نجات کے لئے کافی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اس حدیث میں لا الٰہ الا اللہ کو بطور اختصار کے لیا گیا ہے ورنہ درحقیقت اس کے اندر محمد رسول اللہ کا مفہوم بھی شامل ہے جیسا کہ خود نبی کریمؐ نے اس کے معنے کئے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ[1]۔ "یعنی نبی کریمؐ نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کو ایک ماننے کے کیا معنے ہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان باللہ کے یہ معنی ہیں کہ تو اس بات کا اقرار کرے کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے۔" اب بتاؤ کہ کیا یہ خلق خدا کو دھوکا دینا نہیں ہے کہ اس تشریح کے ہوتے ہوتے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ کے یہ معنی کئے جاویں

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان۔

کہ صرف توحید نجات کے لئے کافی ہے۔

اصل میں آیات قرآنی اور احادیث کے معنی کرتے ہوئے بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اور اس اصول کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے کہ متشابہات کو محکمات کے ماتحت لایا جاوے۔ ورنہ اگر ایسا نہ کیا جاوے تو شریعت اسلامی میں ایک طوفان عظیم برپا ہو جائیگا۔ پس قرآن کی کسی آیت یا حدیث کے کسی فقرے کے معنی ہمیشہ وہ کرنے چاہئیں جو اسلام کی کھلی کھلی اور محکم تعلیم کے خلاف نہ ہوں۔ عبدالحکیم خاں کے ارتداد کا یہی باعث ہوا کہ اس نے قرآن کریم کی بعض متشابہ آیات سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا کہ نعوذ باللہ نبی کریمؐ پر ایمان لانے کے بغیر بھی نجات ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے عبدالحکیم کے اعتراضات کا جواب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھا ہے[1] اور وہاں بتایا ہے کہ ایمان بالرسل کے بغیر ایمان باللہ کوئی چیز نہیں۔ آپ اسی کتاب میں نجات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر اس کے کہ کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے صرف توحید کے اقرار سے اس کی نجات ہو جائیگی ایسے لوگ پوشیدہ مرتد ہیں اور در حقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں اور اپنے لئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں"[2] پھر اسی صفحہ میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ "ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو وہ نجات پا جائے گا یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجذوم ہے اور وہ اندھا ہے اور اس کو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اس سے بہتر ہے۔"

[1] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۸ تا ۱۴۷۔ [2] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹۔

یہ ہے حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ نجات کے متعلق۔ اسے پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی احمدی کہلانے والا اس بات کا مدعی بنے کہ نجات پانے کے لئے صرف توحید کافی ہے تو وہ اپنا انجام آپ سوچ لے۔ یہ ایک صاف بات ہے کہ خدا کو ایک مان لینا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ خدا کو اس کی تمام صفات حسنہ کے ساتھ متصف ماننا ازبس ضروری ہے ورنہ اس طرح تو ایک سورج پرست بھی خدا کا قائل ہے کیونکہ اس کے خیال میں سورج ہی خدا ہے اور وہ موحّد بھی ضرور ہے کیونکہ وہ سورج کے ایک ہونے کا قائل حقیقی طور پر مانتا ہے کہ اس کا خدا وہ خدا نہیں جو اسلام کا خدا ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسے خدا کو ماننا کوئی خصوصیت نہیں رکھتا اور ہم ایسے شخص کو حقیقی طور پر موحّد نہیں کہہ سکتے جب تک کہ وہ اس باطل عقیدہ سے تائب ہو کر اس اصل خدا کا پرستار نہ بنے جو تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا خدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور پھر آپ کے بعد مسیح موعودؑ کی رسالت کی وساطت کے بغیر نہیں مل سکتا۔ فتدبروا!

تکمیل اسلام کے لئے ایمان بالرسل ضروری ہے

اب مَیں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ کہ کیا جو شخص توحید کا قائل ہوتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے؟ سو اس کے متعلق مَیں نے بفضلہ تعالیٰ قرآن کریم سے اور حدیث سے اور کتب حضرت مسیح موعودؑ سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اسلام میں آنے کے لئے صرف توحید کا اقرار کوئی چیز نہیں بلکہ ایمان بالرسل سخت ضروری ہے۔ نیز مَیں یہ بھی ثابت کر رہا ہوں کہ جس شخص پر شریعت اسلامی کی اصطلاح میں کافر کا لفظ عائد ہو وہ کسی لحاظ سے بھی مومن نہیں کہلا سکتا کیونکہ شریعت کی رو سے کفر کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کی شرائط میں سے کسی کا انکار کر دیا جاوے۔

باقی رہا کفر دُون کفر کا مسئلہ جس پر مولوی محمد علی صاحب نے بہت زور دیا ہے اور اس سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام کے اندر بھی کفر کے درجے ہیں سو ہم اس مسئلہ سے انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے قائل ہیں ہاں ہم مولوی صاحب کی طرح اسلام کی حد کے اندر اس کے قائل نہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ کفر دون کفر حدود اسلام کے باہر کے لئے ہے یعنی اسلام کے اندر کوئی کفر کے درجے نہیں۔ بلکہ دائرہ اسلام میں صرف اسلام ہی اسلام ہے ہاں اسلام کی حد کے اندر اسلام دُون اسلام اور ایمان دون ایمان ضرور ہے۔ اسی طرح کفر کی حدود میں کفر دون کفر ہے یعنی جو لوگ اسلام سے باہر ہیں ان کے کفر میں تفاوت ہے۔ مثلاً دہریہ لوگ ہم سے بہت دُور ہیں کیونکہ رسول تو بجائے خود رہے وہ خدا کی ہستی کے بھی قائل نہیں لیکن ان کی نسبت ہندو ہم سے قریب ہیں کیونکہ وہ خدا کو مانتے ہیں۔ پھر ہندوؤں کی نسبت یہود قریب تر ہیں کیونکہ وہ خدا کو بھی مانتے ہیں اور اس کے بہت سے رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ پھر یہود کی نسبت نصاریٰ ہمارے اور زیادہ قریب ہیں کیونکہ ان کے ایمان میں ایک اور رسول کی زیادتی ہوگئی ہے اور پھر نصاریٰ کی نسبت غیر احمدی مسلمان ہم سے اور بھی زیادہ قریب ہیں کیونکہ وہ سوائے مسیح موعود کے اللہ تعالیٰ کے باقی تمام رسولوں پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کی اور ہماری شریعت بھی یک ہے۔ یہ ہیں کفر دون کفر کے اصلی معنی نہ کہ یہ کہ آپ اسلام کے اندر ہی کفر کے درجے شمار کرنے لگ جائیں۔

آنحضرت صلعم پر ایمان لانے میں مسیح موعود کا ماننا بھی شامل ہے

اس جگہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب تم نے خود اسلام کے لئے صرف اس قدر کافی سمجھا ہے کہ اقرار کیا جاوے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے ثبوت میں تم نے حدیث سے اسلام کی تعریف پیش کی ہے تو اب تم کس طرح

لکھتے ہو کہ جو شخص مسیح موعود کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے محمد رسول اللہ میں باقی تمام رسول بھی شامل ہیں جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ میں محمد رسول اللہ کو شامل سمجھا جاتا ہے۔ کلمہ شریف میں محمد رسول اللہ کا نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ نبیوں کے سردار اور خاتم النبیین ہیں اور ان کا نام لینے میں باقی تمام انبیاء خود اس کے اندر آجاتے ہیں۔ آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء تو اس لئے اندر آجاتے ہیں کہ آپ ان سب کے مصدق ہیں اور ان پر ایمان لانے کو آپ نے ضروری قرار دیا ہے اور بعد میں آنے والے اس طرح آجائیں گے کہ وہ بوجہ ظلی نبی ہونے کے آپ سے الگ نہیں ہو سکتے کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو کر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پس اس لئے کلمہ میں صرف آپ کا نام رکھا گیا۔ اور اگر کلمہ میں ہر ایک رسول کے نام کو شامل کیا جاتا تو کلمہ پھر کلمہ نہ رہتا بلکہ ایک ضخیم کتاب بن جاتا اس لئے اس عزت کے لئے صرف خاتم النبیین کو چنا گیا۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو کم از کم حَکَم و عدل تو آپ لوگ بھی مانتے ہیں اس لئے آؤ دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود اسلام کی کیا تعریف فرماتے ہیں۔ (کیونکہ) وہ تعریف کم از کم کسی احمدی کے نزدیک قابلِ جرح نہیں ہو سکتی۔ سو واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود اپنی ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی گئی تھی تب ان کی ہر ایک پہلو سے گریز دیکھ کر اور ان کی بد زبانی اور دشنام دہی کو مشاہدہ کر کے آخری فیصلہ یہی ٹھہرایا گیا تھا کہ وہ اپنے اعتقاد کے حق ہونے کی قسم کھا لے پھر اگر قسم کے بعد ایک سال تک میری زندگی میں فوت نہ ہوا تو میں تمام

کتابیں اپنی جلا دوں گا اور اس کو نعوذ باللہ حق پر سمجھ لونگا لیکن وہ بھاگ گیا" [1]

وہ الفاظ جو موٹے خط میں لکھے گئے ہیں ان پر غور کرو اور پھر دیکھو کہ حضرت مسیح موعودؑ اسلام کی کیا تعریف فرماتے ہیں۔ مگر اس بات کو یاد رکھو کہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی جن کا اس تحریر میں ذکر ہے وہ نہ صرف مسلمان سمجھے جاتے اور اسلام کے مدعی تھے بلکہ ہندوستان بھر کے علماء میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور فرقہ اہل حدیث کے تو گویا امام اور شیخ الکل تھے مگر باوجود اس کے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مَیں نے دہلی میں جا کر انہیں اسلام کی دعوت دی گویا حضرت صاحب کے نزدیک مولوی نذیر حسین صاحب اسلام سے باہر تھے اور اسلام صرف اس صداقت کا نام تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے پاس تھی۔ فافہم وتدبر

علاوہ ازیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کلمہ گو ہونے کے یہ معنی نہیں کہ طوطے کی طرح زبان سے کلمہ کے الفاظ کہہ دیئے جائیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ کلمہ کے مفہوم کو پورا کیا جاوے۔ ایک شخص اگر ظاہری طور پر کلمہ گو ہے لیکن وہ نبی کریمؐ کے صریح احکام کے خلاف چلتا ہے اور باغیانہ رنگ اختیار کرتا ہے تو ہم کبھی بھی ایسے شخص کو حقیقی رنگ میں کلمہ گو نہیں کہہ سکتے یہی وجہ ہے کہ مسلمان کے منکر کو نبی کریمؐ نے کافر قرار دیا ہے اور اس بات کی بالکل پروا نہیں کی کہ تکفیر کرنے والا بھی آخر کلمہ گو ہی ہے۔ پس وہ شخص جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا جس کے ماننے کے لئے خدا اور اس کے رسولؐ نے تاکید فرمائی ہے اور اس زمانہ میں اُسے مدار نجات ٹھہرایا ہے تو وہ کلمہ گو کس طرح ہو سکتا ہے۔ کلمہ آخر اسی شخص کا تجویز کردہ ہے جس کی یہ تعلیم ہے کہ کہو لا نفرق بین احد من رسلہ۔ پس کلمہ کے یہ معنی کس

---

[1] اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۱۔

طرح ہو سکتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کے سوا کسی اور رسول کا ماننا ضروری نہیں۔
بعض لوگ باوجود علم کا دعویٰ کرنے کے اس قسم کا بے معنی فقرہ بول دیتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کو ماننا بھی مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے تو پھر محمد رسول اللہ اور مسیح موعودؑ میں سے اسلام کا نبی کونسا ہوا؟ یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ اسلام کا نبی نہ تو صرف محمد رسول اللہ ہیں اور نہ مسیح موعودؑ۔ بلکہ قرآن شریف کی صریح تعلیم کے رُو سے آدم یا نوح علیہم السلام سے لیکر مسیح موعودؑ تک جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی آئے ہیں وہ سب اسلام کے نبی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک فرد واحد کا انکار کرکے بھی آدمی مسلمان نہیں رہ سکتا جیسا کہ آیت اولئک ھم الکافرون حقاً سے ظاہر ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ ان سب کا مرکزی نقطہ محمد رسول اللہ صلعم کا وجود ہے اسی لئے کلمہ میں صرف آپ کے ذکر پر اکتفا کی گئی۔ فتدبروا!
پھر اپنے رسالہ کے صفحہ چھ پر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں: "مسیح موعودؑ کے نہ ماننے سے ایک شخص قابلِ مواخذہ ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے۔" اگر مولوی صاحب موصوف کا واقعی یہی اعتقاد ہے تو پھر ان کے نزدیک یہ فقرہ بھی درست ہونا چاہیئے کہ: "نبی کریمؐ کے نہ ماننے سے ایک شخص قابلِ مواخذہ ہے مگر دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک کہ لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے۔" اگر یہی اسلام ہے تو افسوس ہے ایسے اسلام پر جس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں وہ خبیث روحیں بھی شامل ہیں جن کا کام ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دن رات گالیاں دینا ہے اور جو قرآن کو انسان کا کلام اور محمد صلعم کی مفتریات خیال کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذٰلک۔

مولوی صاحب نے اپنے رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتابوں میں سے بعض حوالجات بھی نقل کئے ہیں لیکن میں چونکہ ان کے متعلق اس رسالہ کے باب سوم میں کافی بحث کر آیا ہوں اس لئے اس جگہ ان کے متعلق لکھنا تضییع وقت کے سوا کچھ نہیں۔

مولوی صاحب نے اپنے رسالہ کے آخر میں اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت خلیفۂ اوّلؓ کفر و اسلام کے مسئلہ میں آپ کے (یعنی مولوی محمد علی صاحب کے) ہم عقیدہ تھے۔ مجھے ضرورت نہیں کہ اس بات کے متعلق کچھ بحث کروں کیونکہ میں اس رسالہ کے باب ششم میں حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے عقیدہ کے متعلق کافی سے زیادہ لکھ آیا ہوں وہ باب پڑھ لیا جاوے انشاء اللہ مولوی محمد علی صاحب کے دعویٰ کی ساری حقیقت کھل جائیگی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر بفرضِ محال یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کا یہی خیال تھا جو مولوی محمد علی صاحب نے ظاہر کیا ہے تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ حضرت خلیفہ اوّلؓ مامور نہیں تھے کہ مسائل و عقائد میں ان کا فیصلہ بہر صورت حجت ہو۔ ہمارے لئے اگر محمد رسول اللہؐ کے بعد کسی کا فیصلہ بہر صورت حجت ہو سکتا ہے تو وہ صرف حضرت مسیح موعودؑ ہیں کیونکہ وہ خدا کے مامور و مرسل ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم و عدل قرار دیا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ دعویٰ ہی باطل ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کفر و اسلام کے مسئلہ میں منکرین خلافت کے ہم خیال تھے اور جو شخص ہمارے اس رسالہ کے باب ششم کا مطالعہ کریگا وہ فوراً سمجھ جائیگا کہ مولوی محمد علی صاحب کے اس ادعائی عمارت محض ایک ریت کے تودہ پر قائم ہے۔ فتدبروا

بالآخر یہ بتا دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب نے جو خیالات اپنے اس رسالہ میں ظاہر کئے ہیں وہ فی الجملہ وہی خیالات ہیں جو عبدالحکیم خان کے لئے ارتداد کا باعث ہوئے لیکن افسوس کہ مولوی صاحب موصوف نے اس نظیر

سے فائدہ نہ اٹھایا اور ٹھوکر کھا کر اسی رَو میں بہہ گئے۔ فانّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

باب نہم

(مسئلہ کفرو اسلام کے متعلق ساری بحث کا خلاصہ)

اب میں بالآخر چند مختصر فقروں میں مسئلہ کفرو اسلام کے متعلق اس ساری بحث کا خلاصہ درج کر دیتا ہوں جو اس رسالہ میں کی گئی ہے تاکہ اس رسالہ کے ختم کرنے سے قبل ناظرین کے سامنے ان مختلف قسم کے دلائل کا اعادہ ہو جائے جو اوپر کے ابواب میں لکھے گئے ہیں۔

(۱) سب سے ضروری بات یہ ہے کہ مسئلہ کفرو اسلام کو سمجھنے کے لئے اسلام اور کفر کی اصطلاحی تعریف کو معلوم کیا جائے تاکہ بحث کی بنیاد ہمارے من گھڑت خیالات پر مبنی نہ ہو بلکہ صحیح اسلامی تعلیم پر قائم ہو۔ سو اس کے متعلق جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں تکرار اور صراحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کو واحد لاشریک یقین کرے اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے[1]۔ اور حدیث میں بھی انہی چیزوں کو ایمان کے ارکان قرار دیا گیا ہے[2] اور پھر یہ بات کی وضاحت کے لئے کہ ان جملہ اصولوں پر ایک ہی وقت میں یکجائی طور پر ایمان لانا ضروری ہے اور صرف کسی ایک حصہ پر ایمان لانا کافی نہیں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں وضاحت فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا کو تو مانتے ہیں مگر اس کے رسولوں کو نہیں مانتے یا بعض رسولوں

---

[1] سورۃ بقرہ رکوع ۴۰۔ [2] صحیح بخاری کتاب الایمان۔

کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے وہ خدا کی نظر میں ہرگز مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔[1]
کفر و اسلام کی اس تعریف کی رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر کو کسی صورت میں بھی مسلمان نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ ہم مجبور ہیں کہ قرآنی فیصلہ کے مطابق اسے کافر قرار دیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ جیسا کہ آپ کا دعویٰ تھا اور جیسا کہ آپ کے الہامات سے قطعی طور پر ثابت ہے خدا کے ایک رسول اور نبی تھے اور آپ کا منکر اسی ذیل میں آتا ہے جس میں کہ دوسرے رسولوں کے منکر شامل ہیں۔

(۲) یہ خیال کہ صرف صاحب شریعت نبیوں کا انکار کفر ہوتا ہے اور غیر تشریعی نبیوں کا انکار کفر نہیں ہوتا درست نہیں کیونکہ قرآن شریف میں کوئی ایسی تمیز بیان نہیں کی گئی بلکہ سب رسولوں کو بلا امتیاز ایک ہی ذیل میں رکھا گیا ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ جہاں ایک تشریعی نبی کا منکر براہ راست کافر ہوتا ہے وہاں ایک غیر تشریعی نبی کا منکر براہ راست کافر نہیں ہوتا بلکہ بالواسطہ کافر بنتا ہے کیونکہ دراصل اس کا انکار اس کے متبوع نبی کا انکار سمجھا جاتا ہے۔ اور یہی تشریح اس حوالہ کی ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ صرف صاحب شریعت نبی کا انکار کفر ہوتا ہے[2] کیونکہ باوجود اس اصول کو پیش کرنے کے آپ دوسری جگہ اپنے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں اور تصریح فرماتے ہیں کہ میرا انکار دراصل اسی برگزیدہ نبی کا انکار ہے جس کے نام پر مَیں مبعوث کیا گیا[3] پس گو واسطہ کا فرق ہو مگر نتیجہ بہرحال ایک ہی ہے اور حق یہی ہے کہ خدا کے رسولوں میں ان پر ایمان لانے یا انکار کرنے کے لحاظ سے کوئی امتیاز اور تفریق نہیں۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں تکرار اور اصرار کے ساتھ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث مقدر تھے۔ ایک جلالی بعث جو خود آپ

---

[1] سورۃ نساء رکوع ۲۱۔ [2] تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰۔ [3] حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸۔

کے ذریعہ پورا ہؤا اور دوسرا اجمالی بعث جو آخری زمانہ میں آپ کے ایک مثیل اور بروز کے ذریعہ مقدر تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے تحدی کے ساتھ دعویٰ فرمایا ہے کہ یہ دوسرا بعث میرے ذریعہ پورا ہؤا ہے[۱]۔ اب بات صاف ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کا انکار بعث اوّل میں کفر تھا تو بعث ثانی میں آپ کا انکار کیوں کفر نہیں ہوگا۔

(۴) حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے اور وہ خدا کی نظر میں کافر نہ ہو بلکہ مسلمان ہو تو یہ کفر خود ایسے شخص پر لوٹ جاتا ہے جو دوسرے کو کافر کہتا ہے[۲]۔ اس تمیز کے ماتحت بھی حضرت مسیح موعودؑ کا منکر کافر قرار پاتا ہے کیونکہ آپ کے خلاف ہندوستان اور افغانستان اور عرب و مصر وغیرہ کے علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ پس اگر حضرت مسیح موعودؑ مسلمان ہیں تو حدیث کے فیصلہ کے مطابق یہ فتویٰ لگانے والے لوگ خود کافر بن گئے۔ باقی رہا ان لوگوں کا معاملہ جنہوں نے فتویٰ نہیں لگایا سو وہ چونکہ ان فتویٰ لگانے والوں کے ساتھ ہیں اور عملاً انہی کے ہمنوا اور ہم خیال اور تابع ہیں اس لئے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تصریح فرمائی ہے وہ بھی انہی میں شامل سمجھے جائیں گے جب تک کہ وہ ان سے علیحدگی اور ان کے فتویٰ سے بیزاری کا اعلان نہ کریں اور ایسے اعلان میں کوئی شائبہ نفاق کا نہ پایا جائے[۳]۔ اور وہ خدائی نشانات کے مکذب بھی نہ ہوں۔

(۵) قرآن شریف میں آتا ہے کہ دو قسم کے لوگ بہت بڑے ظالم ہیں اور کوئی دوسرا شخص ان کی شقاوت اور بدبختی کو نہیں پہنچتا۔ ایک وہ جو اپنے پاس سے ایک جھوٹی بات بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتا اور افترا کے طریق پر مامور من اللہ ہونے کا مدعی بنتا ہے اور دوسرے وہ جو ایک سچے ملہم اور مامور من اللہ کی باتوں

[۱] مثلاً دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴۔ [۲] صحیح بخاری کتاب الادب جلد ۴ صفحہ ۵۴۔ [۳] دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵۔

کو جھٹلاتا ہے[1] اس اصولی تعلیم کی رُو سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے منکر کو مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ غلط اور جھوٹا ہے تو آپ سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں اور اگر آپ کا دعویٰ سچا ہے تو پھر آپ کا منکر یقیناً اظلم ہے اور ظاہر ہے کہ ایک اظلم شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور خود قرآن شریف اسے کافر قرار دیتا ہے[2]

(۱۳) یہ خیال کہ چونکہ اسلام کی ظاہری حد بندی کلمہ طیبہ ہے اور کلمہ میں صرف خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اس لئے آنحضرت صلعم کے سوا کسی اور کا انکار موجب کفر نہیں ہو سکتا سراسر قلت تدبر اور کوتہ نظری پر مبنی ہے۔ دراصل کلمہ طیبہ اسلامی تعلیم کے خلاصہ کے طور پر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام کلمہ میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ سب نبیوں کے سردار اور سرتاج ہیں اور جس طرح سردار کا نام لینے سے دوسرے لوگ اس کے اندر خود بخود شامل سمجھے جاتے ہیں اسی طرح آنحضرت صلعم کے نام میں دوسرے سارے رسول شامل ہیں۔ ورنہ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلعم کے سوا دوسرے رسولوں کا ماننا ضروری نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو قرآن شریف کی وہ محکم اور اصولی تعلیم باطل قرار پاتی ہے جس میں تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کا نام کافر رکھا گیا ہے جو بعض رسولوں کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں[3] اختصار کے خیال سے کلمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا ضروری تھا پس اس میں اصل الاصول کے طور پر صرف خدا اور حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کا نام رکھا گیا اور دوسرے رسول آپ کے اسم مبارک میں شامل قرار دیئے گئے۔

---

[1] سورۃ انعام رکوع ۳۔ [2] سورۃ زمر رکوع ۴۔ [3] سورۃ نساء رکوع ۲۱۔

علاوہ ازیں چونکہ ایک غیر تشریعی نبی کا انکار براہ راست کفر نہیں ہوتا بلکہ بالواسطہ کفر قرار پاتا ہے اس لئے اس جہت سے بھی کلمہ طیبہ میں آنحضرت صلعم کا نام کافی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے بروز اور ظل ہونے کی وجہ سے آپ کے وجود میں شامل سمجھا جائیگا اور حضرت مسیح موعودؑ کا انکار بالواسطہ آنحضرت صلعم کا انکار قرار پائے گا۔ پس بہرحال نتیجہ کے لحاظ سے کوئی فرق نہ رہا۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ ایک مسلمان جو کسی دوسرے مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے اور کلمہ طیبہ کا ظاہری طور پر قائل ہونا اسے اس کفر سے بچا نہیں سکتا تو پھر کسی دوسرے رسول کا انکار ایک کلمہ گو کو کفر کی زد سے کس طرح بچا سکتا ہے۔ علاوہ اس کے جو کلمہ گو ایسے مامور و مصلح کا انکار کرتا ہے جس پر ایمان لانے کے لئے خدا اور اس کے رسولؐ نے سخت تاکید کی ہے اسے اس کے زبانی دعویٰ کے باوجود کبھی بھی حقیقی کلمہ گو نہیں سمجھا جا سکتا۔ پس اب بھی ہم کسی سچے کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے بلکہ صرف ایسے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جن کے کلمہ گو ہونے کا دعویٰ محض ایک رسمی دعویٰ ہے اور دراصل وہ خدا اور اس کے رسول کے حکم سے باغی ہیں۔

(۷) حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسا کہ آپ نے بار بار خدا سے اطلاع پاکر دعویٰ فرمایا ہے دُنیا کے اس آخری دَور کے عظیم الشان مصلح ہیں۔ آپ کے ساتھ دنیا کے آخری نظام کی تمام ترقی اور بہبودی وابستہ ہے اور جہاں آپ کے ماننے والوں کے لئے خدائی برکات اور ترقیات کے خاص وعدے ہیں وہاں آپ کے منکروں کے لئے غیر معمولی ذلتوں اور تباہیوں کی خبر ہے۔ اور آپ کا روحانی مقام اس قدر بلند ہے کہ آپ کو آنحضرت صلعم کے بروز اور ظل کامل اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کا خطاب عطا کیا گیا ہے اور آپ کو دنیا کے لئے آخری نور قرار دیا گیا

ہے (یہ جملہ حوالے اُوپر گذر چکے ہیں اس جگہ اعادہ کی ضرورت نہیں) یہ ساری باتیں اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ آپ کا منکر کبھی بھی خدا کی نظر میں سچا مسلمان نہیں ہوسکتا۔

(۸) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اُوپر ایمان لانے کو نہ صرف ضروری قرار دیا ہے بلکہ اسے مدارِ نجات ٹھہرایا ہے اور صاف الفاظ میں تکرار کے ساتھ لکھا ہے کہ مجھے ماننے کے بغیر نجات نہیں[1]۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا منکر خدا کی نظر میں مسلمان نہیں ہے۔

(۹) حضرت مسیح موعودؑ نے خود نہایت وضاحت کے ساتھ اپنے منکروں کو اسلام سے خارج اور کافر قرار دیا ہے اور چونکہ آپ مامور من اللہ اور حَکَم و عدل ہیں اس لئے آپ کا فیصلہ بہرحال درست اور قابلِ قبول ہے خصوصاً جبکہ آپ کو یہ الہام بھی ہوچکا ہے کہ فلا و ربك لا یؤمنون حتّٰی یحکموك فی ما شجر بینھم۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

(الف) "اللہ تعالےٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہِ راست پر نہ آجائیں اور اس مطلب کے لئے خدا تعالےٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے"[2]

(ب) "خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر اک وہ شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے"[3]

(ج) "کفر دو قسم پر ہے ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے

[1] مثلاً دیکھو اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲۲۔ [2] تقریر احمدیوں اور غیر احمدیوں کا کیا فرق ہے۔
[3] خط بنام عبدالحکیم خان مندرجہ حقیقۃ الوحی۔

یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن وحدیث خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا کے نزدیک اوّل قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذّب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنیاد ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا قابلِ مواخذہ نہیں ہوگا۔"[1]

(۱۰) حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو جس رنگ میں دوسرے مدعیان اسلام سے علیحدہ کر لیا ہے وہ بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ خدا کی نظر میں آپ کے منکر مسلمان نہیں ہیں مثلاً:-

(الف) آپ نے اپنی جماعت کی نمازوں کو دوسرے مسلمانوں کی نمازوں سے علیحدہ کر دیا اور حکم فرمایا کہ میرے ماننے والوں کے لئے حرام

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸۔

اور واضح طور پر التزام ہے کہ وہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز ادا کریں بلکہ ضروری ہے کہ احمدیوں کا امام خود انہی میں سے ہو۔[1]

(ب) آپ نے یہ ہدایت فرمائی کہ احمدی لڑکیوں کا رشتہ صرف احمدی لڑکوں کے ساتھ کیا جائے اور اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی احمدی لڑکی کسی غیر احمدی کے ساتھ بیاہی جائے۔[2]

(ج) آپ نے اپنی جماعت کو غیروں کے جنازے سے روک دیا۔[3]

یہ جملہ باتیں اس بات کو واضح طور پر ثابت کرتی ہیں کہ خدا کی نظر میں حضرت مسیح موعود کے منکر مسلمان نہیں۔ لیکن باوجود اس کے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ رشتوں ناطوں اور جنازہ سے روکنے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اپنے غیر احمدی عزیزوں کے ساتھ محبت و مواسات کے رشتہ کو قطع کر دیا جائے ایسا کرنا یقیناً احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہوگا بلکہ احمدیت بدرجہ اولے اس بات کا حکم دیتی ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ ہر رنگ میں محبت اور شفقت اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ اور جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ یقیناً احمدیت کا اچھا نمونہ نہیں دکھاتا۔

(۱۱) یہ خیال کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی جگہ اپنے منکروں کو مسلمان کہکر پکارا ہے اس لئے وہ کافر نہیں ہو سکتے دھوکے پر مبنی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جہاں اسلام کی ایک حقیقی اور اصلی تعریف ہے وہاں اس کی ایک عرفی اور رسمی تعریف بھی ہے جو یہ ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کی رسالت اور قرآن شریف کی شریعت پر ایمان لانے کا مدعی ہو۔ پس جو شخص بھی اس رسمی اور عرفی تعریف کو پورا کر دیتا ہے وہ عرفی اور رسمی رنگ میں مسلمان کہلائے گا اور

---

[1] ضمیمہ تحفہ گولڑویہ تقطیع کلاں صفحہ ۱۸۔ [2] الحکم ۱۴-اپریل ۱۹۰۸ء۔
[3] البدر ۱۵-مئی ۱۹۰۳ء و البدر ۲۴-اپریل ۱۹۰۳ء۔

اسی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مسلمان کہلانے والے منکروں کو مسلمان کہا ہے۔ اور ہم بھی اسی رنگ میں ان کو مسلمان کہتے اور لکھتے ہیں۔ مگر یہ صرف ایک عرفی رنگ ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منکروں کو مسلمان قرار نہیں دیا اور ہم بھی انہیں حقیقت کی رُو سے مسلمان نہیں سمجھتے۔

(۱۲) ایک اور بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے اور وہ یہ کہ گو ارکانِ اسلام میں سے کسی ایک کا منکر خدا کی نظر میں کافر قرار پاتا ہے مگر پھر بھی سب کافر ایک درجہ پر نہیں ہیں بلکہ کفرٌ دون کفر کا مسئلہ بالکل حق اور درست ہے۔ پس باوجود خدا کی نظر میں مسلمان نہ ہونے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ منکر جو بظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآنی شریعت کے قائل ہیں وہ یقیناً دوسرے لوگوں کی نسبت ہم سے بہت زیادہ قریب ہیں اور جب ہم ان کا نام کافر رکھتے ہیں تو ہماری یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ ہندوؤں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح اسلام سے دور چلے گئے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہوتی ہے کہ انہوں نے آخری زمانہ کے عظیم الشان مصلح اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز کامل کو رد کر کے خدا تعالےٰ کے غضب کو اپنے سر پر لیا ہے۔ اور اب وہ خدا کی نظر میں مسلمان نہیں رہے۔ مگر پھر بھی کفرٌ دون کفر کے اصول کے ماتحت وہ دوسروں کی نسبت ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ اور جو شخص ہماری طرف یہ عقیدہ منسوب کرتا ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو اسی درجہ کا کافر خیال کرتے ہیں جیسا کہ ہندوؤں اور عیسائیوں کو وہ یقیناً ہم پر ایک افترا کرتا ہے۔

اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آدمم نیز احمدِ مختار ❁ در برم جامۂ ہمہ ابرار

کارہائے کہ کرد بامن یار ❁ برتر آں دفتر است از اظہار

آنچہ داد است ہر نبی را جام ❁ داد آں جام را مرا بتمام

دلِ من بُرد و اُلفتِ خود داد ❁ خود مرا شد بوحیِ خود اُستاد

وحیِ او را عجب اثر دیدم ❁ رُوئے آں مہر زاں قمر دیدم

آنچہ من بشنوم ز وحیِ خدا ❁ بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآں منزّہ اش دانم ❁ از خطاہا ہمیں است ایمانم

من خدا را ابد شناختہ ام ❁ دل بدیں آتشش گداختہ ام

بخدا است ایں کلامِ مجید ❁ از دہانِ خدائے پاک و وحید

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ❁ من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

وارثِ مصطفےٰ شدم بہ یقیں ❁ شدہ رنگیں برنگِ یارِ حسیں

آں یقینے کہ بود عیسےٰ را ❁ بر کلامے کہ شد برو القا

واں یقینِ کلیمؑ بر تورات ❁ واں یقیں ہائے سیّد السادات

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین

ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(از نزول المسیح)

پبلشر

چوہدری نعمت اللہ مہتمم طبع واشاعت
بک ڈپو نے ضیاء الاسلام پریس قادیان
میں باہتمام بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی
پرنٹر چھپوا کر قادیان سے شائع کیا۔